۱۵/۲۰

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
کی
تقریر
ص ۱۱

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۸ جمادی الاول ۱۳۸۴ھ
۲۵ ستمبر ۱۹۶۴ء

قانون کو بدلتے ہیں
میں یہ بھی قانون قدرت
جو بڑے
اگر مسلمان آگے بڑھے
اپنے حالات کو خود نہ سدھار

یوں
یہ سب باتیں فطری طور
دل میں ضرور پیدا ہونی
صورت

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

فضیلت جہاد

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کونسا عمل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا عرض کیا گیا۔ پھر کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا حج مبرور (بخاری ومسلم)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا، متفق علیہ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گزارنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے (بخاری اور مسلم)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یارسول اللہ) لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کونسا ہے آپ نے فرمایا وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون آپ نے فرمایا وہ مسلمان جو گھاٹیوں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے۔ اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے (بخاری ومسلم)

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَقِیَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ فِیْهِ اُجْرِیَ عَلَیْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ وَاُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا۔ ایک مہینہ کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے۔ اور اگر اسی حالت میں وہ مرگیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لئے جاری رہیں گے اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا۔ اور فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا (مسلم)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ [illegible] وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ [illegible] سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا [illegible] سَبِیْلِیْ وَاِیْمَانٌ [illegible] فَهُوَ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرْجِعَهٗ اِلٰی مَنْزِلِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا مِنْ کَلْمٍ یُّکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ کُلِمَ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ وَرِیْحُهٗ رِیْحُ مِسْکٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْلَا اَنْ یَّشُقَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ مَا قَعَدْتُّ خِلَافَ سَرِیَّةٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَبَدًا وَّلٰکِنْ لَّا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلَهُمْ وَلَا یَجِدُوْنَ سَعَةً وَیَشُقُّ عَلَیْهِمْ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص میرے راستے میں جہاد کرنے اور صرف مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے اپنے گھر سے نکلا ہو تو خدا تعالیٰ اس کا ضامن ہے یا اس کو جنت میں داخل کردے گا۔ اگر وہ شہید ہوگیا یا اس کو مکان کی طرف جس سے وہ (جہاد کے لئے نکلا کامیاب واپس پہنچا دوں گا۔ ثواب کے ساتھ یا غنیمت کے ساتھ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ وہ کوئی زخم خدا کے راستہ میں نہیں کھائے گا۔ مگر قیامت کے دن اس کو اس حالت میں لے کر حاضر ہوگا جیسا زخم کھانے کے وقت تھا۔ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا۔ اور بو مشک کی ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں مسلمانوں پر گرانی محسوس نہ کرتا۔ تو میں کسی لشکر سے جو جہاد کر رہا ہے کبھی پیچھے نہ رہتا۔ لیکن نہ میں خود اتنی وسعت پاتا ہوں۔ کہ سب کو سواری دوں اور نہ مسلمانوں میں اتنی وسعت ہے۔ اور یہ ان پر گراں ہے۔ کہ میں جہاد پر چلا جاؤں۔ اور وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے [illegible] بے شک میں تمنا رکھتا ہوں۔ کہ خدا کے راستہ میں جہاد کروں۔ اور شہید ہوجاؤں۔ پھر [illegible] اور پھر جہاد [illegible] امام بخاری نے [illegible] ذکر کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوعبس عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کے راستہ میں کسی بندہ کے دونوں قدم غبار آلود ہوجائیں پھر ان کو آگ بھی چھوئے (بخاری)

هفت روزہ

خُدّامُ الدّین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماھی
چھ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۱۸ر جمادی الاوّل ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۵ر ستمبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۰

مصیبتوں اور ذلّتوں کا

واحد علاج

عالم اسلام پر جس گوشے اور جس زاویے سے دیکھو یہی نظر آئے گا کہ مسلمانوں پر ادبار کی گھٹائیں منڈلا رہی ہیں۔ کشمیری مسلمان بھارتی سفّاکوں کی چکّی میں پس رہے ہیں فلسطینی مسلمان اسرائیلی درندوں کی دراز دستی کے باعث غریب الوطنی کے دن گذار رہے ہیں۔ قبرص میں ترکی مسلمان یونانیوں کے ہاتھوں کشتۂ غم و آلام ہیں اور ہندوستان میں جن سنگھیوں اور متعصب ہندو قوم پرستوں نے بھارتی مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ باقی رہیں مسلمان حکومتیں تو وہ بھی کسی نہ کسی صورت میں خارجی اور داخلی مشکلات سے دوچار ہیں۔ غرض روئے زمین پر جس سمت نگاہ دوڑاؤ سوائے چند اللہ والوں کے شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا جو اطمینان و چین کی زندگی بسر کر رہا ہو باقی سب کسی نہ کسی رنگ میں پریشانی کا شکار ہی نظر آئیں گے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ مسلمان جو دنیا کو بدلنے کے لئے آیا تھا آج خود کیوں تبدیل ہو رہا ہے اور اس پر یہ مصائب کے پہاڑ کیوں ٹوٹ رہے ہیں؟ یہ سب باتیں فطری طور پر ایک مسلمان کے دل میں ضرور پیدا ہونی چاہئیں اور اسے سوچنا چاہئے کہ اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کی کیا شکل ہو سکتی ہے

ہماری رائے میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ منصب ہی نہیں کہ ہم آفات و مشکلات کا رونا لے بیٹھیں اور ان مصائب پر گریہ و ماتم کرتے ہوئے مایوس و دل گرفتہ ہو جائیں۔ بلکہ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ ساری ذلتیں اور آفات ہمارے ہی اعمالِ بد اور خلاف اسلام حرکات کا نتیجہ ہیں۔

وَمَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ اِلَّا بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْهِمْ۔

؎ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

جب ہمارے ہی اعمال اس درجہ بگڑ گئے کہ ان کا لازمی نتیجہ ذلّت و آفت ٹھیرا۔ تو جب تک ہمارے اعمال میں کتاب و سنت کے مطابق انقلاب نہ آئے کیونکر رحمت خداوندی کرم کرے گی اور کس طرح مسلمانوں کی بگڑی بن سکے گی۔ خدائے رحیم و کریم بے شک بڑا رحمان و کارساز ہے مگر اس نے جو اٹل اور ازلی و ابدی قوانین فطرت بنائے ہیں ان کو مخلوق کے چند افراد یا کسی ملک و قوم پر قربان کرنا اُس کی عادت نہیں ہے لا تجد لسنة الله تبديلا آگ جلاتی ہے یہ اس کا اٹل قانون ہے۔ خاص الخاص وجوہات کے باعث ابراہیمؑ پر یہ گلزار بنائی جا سکتی ہے۔ لیکن معمولاً یہ جلاتی ہی رہے گی۔ اور ایک ناسمجھ بچہ بھی اگر اس میں ہاتھ ڈالے گا تو اللہ تعالےٰ بچہ کی بے شعوری اور معصومیت پر ترس کھا کر اس قانون کو بدلیں گے نہیں۔ ایسے ہی عام حالات میں یہ بھی قانون قدرت ہے کہ ؎

جو بڑھے گا مرتبہ اُس کا بڑھایا جائیگا

اگر مسلمان آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں گے اپنے حالات کو خود نہ سدھاریں گے۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا کی ذات پہ بھروسہ رکھ کر منزل کی جانب رواں دواں نہ ہوں گے اور کتاب و سنت کی واضح تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوں گے تو کبھی بھی دنیا میں سربلند و سرافراز نہ ہو سکیں گے — آج مسلمانوں کی ایک بڑی خامی یہ بھی ہے کہ وہ فقط مادی اسباب و علل پر غور کرتے ہیں، ترقی کی سکیمیں سوچتے ہیں، پریشانیوں کے علاج ڈھونڈتے ہیں مگر اس میں بھی مادی اسباب و وسائل کی کمی کے باعث کما حقہٗ کامیاب نہیں ہو سکتے اور اس تگ و دو اور جستجو میں اپنی مصیبت اور ذلّت کے اُس سرچشمہ پر دھیان نہیں دیتے۔ جو از روئے قرآن سب سے بنیادی اور اہم ہے۔ وہ احمق بچوں کی طرح یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات بے معنی چیزیں ہیں۔ اور یہ سیاسی حالات کو تھوڑے ہی بدل سکتی ہیں خدا کی بندگی سے دشمنوں کے ظلم و ستم کا سدِّ باب تھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ طرزِ استدلال سراسر کافرانہ اور مادہ پرستانہ ہے۔ اس قسم کے لوگ اسباب کو خالصتاً اپنی عقل کا تابع اور اہل قوت کا غلام سمجھے بیٹھے ہیں اور مسبب الاسباب کی طرف سے اُن کی نگاہیں ہٹ گئی ہیں۔ وہ ہر چیز کو مادیت اور عقلیت کے سانچے میں ڈھالنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ان کا ایمان، یقین، اعتقاد سب ڈھل مل اور پھُسپھُسا ہے حالانکہ ایمان و یقین ہی وہ کلاہ افتخار تھے جس نے قوم مسلم کو دنیا میں سرافراز کیا اور اسلام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں پیٹا۔ اسلام کامل کے سب سے پہلے اور سب سے آخری پیامبر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارک پکار پکار کر بتا رہا ہے۔ کہ مخالف ترین ماحول اور قطعاً زہریلی فضا کو بدلنے کے لئے مادی تنظیموں اور آہنی ہتھیاروں سے ہزار گنا زیادہ قوی حربہ اخلاق کی درستگی اور خدائے قدوس کی بندگی ہے۔ جب انسان اپنے خدا کی طرف جھکتا ہے تو خدائے برتر و توانا جل شانہٗ ذرا سے اشارے میں حالات و اسباب بھی اس کے موافق اور معاون پیدا کر دیتا ہے۔ دنیوی طاقتوں اور مخلوق سے مستقبل کی امیدیں باندھنا شیخ چلّی والی باتیں ہیں اور ہمیں یہ یقین کامل ہے۔ کہ قومیں بھیک سے زندہ نہیں رہا کرتیں۔

پس اے اسلام کے مظلوم و مفلوک فرزندو!

ایک بار ایمانداری سے اور باریک بینی سے اپنی بد اعمالیوں کا جائزہ لو اور عزم و عمل کی پوری سرگرمی کے ساتھ اپنی اصلاح پہ مائل ہو جاؤ۔ اپنے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کرو۔ خدا کے دروازے پر جھکو۔ اطاعت کے فرائض ادا کرو۔ اخلاق سنوارو۔ کردار کی تطہیر کرو اور پھر دیکھو کہ خدا کا وعدہ وانتم الاعلون ان كنتم مومنين پورا ہوتا ہے یا نہیں۔

ہاں یہ نہ بھولئے کہ اسلام ایک ہمہ گیر نظامِ حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر مسئلے میں اس کے کچھ احکام ہیں۔ جس طرح بیج ڈالنے یا صرف پانی دینے سے کھیتی نہیں اُگتی بلکہ کاشتکاری کے تمام قواعد و ضوابط کی مربوط و منظم پابندی سے اُگتی ہے۔ اسی طرح صرف ایک دو ہنگامی اعمال سے مسلمان درحقیقت مسلمان نہیں بن جاتا بلکہ

(باقی صـ۱۸ پر)

مجلس ذکر

گاہے گاہے باز خواں . . . . .

مجلس ذکر کے بعد تقریر حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ جو صحیح طور پر تحریر نہ کی جا سکی اس لئے حضرت قدس سرہ العزیز کی ایک تقریر تبرکاً ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے قاضی صاحب کی تقریر آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے (نائب مدیر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد۔

اس مجلس کے بعد میں کچھ نہ کچھ اس لئے عرض کر دیا کرتا ہوں۔ تاکہ میری اور آپ کی اصلاح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ قبر جو آخرۃ کی ڈیوڑھی ہے۔ وہ بہشت کا باغ بن جائے اور دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے:۔

بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کی علامتیں

سب سے پہلے اپنا امتحان لیا کیجئے کہ کیا میں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوں یا نہیں اس کے بعد بال بچوں کی فکر کیا کیجئے اور ان کے اندر یہ علامتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں سورۃ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ جیسے بال بچوں کی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا مرد کے ذمہ ہے اسی طرح ان کی اصلاح نفس بھی اس کے ذمہ فرض ہے۔ اگر کسی کی بیوی بیمار ہو جائے وہ یا تو اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے گا یا ڈاکٹر کو اس کے پاس لائے گا۔ لیکن اگر وہ نہ یہ کرے اور نہ وہ تو یہی کہا جائے گا کہ وہ ظالم ہے حالانکہ اسے توفیق بھی ہو۔ یہی حال روحانی بیماری کا ہے۔ اگر کسی کے بال بچے روحانی مریض ہوں اور وہ نہ طبیب روحانی کے پاس لے جائے اور نہ طبیب روحانی کو ان کے پاس لاتے تو یہی کہا جائے گا کہ وہ ظالم ہے۔

ایک دفعہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ ان کی موجودگی میں میں نے تقریر کی۔ حضرتؒ نے پانچ روپیہ چندہ بھی دیا اور خلیفہ شہاب الدین سے فرمایا کہ تم ان کی تقریر لکھ کر چھپواتے کیوں نہیں۔ تاکہ باہر کے لوگ بھی اس سے مستفید ہوں۔ یہ ان کی دعا کی برکت ہے کہ اب تک ۹ لاکھ سے زائد رسالے چھپ کر تقسیم ہو چکے ہیں ان کے علاوہ اور کئی مطبوعات بھی ہیں۔

گھر کا بڑا ذمہ دار آدمی اگر بیمار ہو۔ تو بھی بال بچوں کی قوت لایموت پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ میں اگرچہ روحانی بیمار ہوں لیکن میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں اس لئے کچھ نہ کچھ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اب میں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی علامتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقر رکوع ۲۰ پارہ ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے بعض اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیتے ہیں (پھر) ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ سے کرنی چاہئے اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ محبت کا پتہ تب چلتا ہے۔ کہ محبوب ایک طرف بلائے اور اس کے مخالف دوسری طرف کھینچیں۔ اگر اس نے محبوب کا کہا مانا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو اس سے محبت ہے۔ اگر مخالفین کی بات پر عمل کیا تو اس کا دعویٰ محبت غلط قرار دیا جائے گا۔ اگر انسان اپنے نفس۔ بیوی، اولاد اور برادری کے مقابلہ میں خدا کی رضاء کا خیال رکھتا ہے تو کہا جائے گا کہ اس کو خدا سے محبت ہے۔ اس کی یہی کوشش ہوگی کہ اللہ اور اس کا رسول راضی ہو جائیں۔ باقی کوئی راضی رہے یا نہ رہے یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے نتائج ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سب سے زیادہ اپنی محبت عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین آمین!

۲۔ دوسری علامت ہے کہ متعلقات محبوب کی دل میں عزت ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے تو پھر اس کی طرف جس چیز کی بھی نسبت ہوتی ہے وہ بھی محبوب ہو جاتی ہے۔ سورۃ الحج رکوع ۴ پارہ ۱۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ:۔ اور جس نے شعائر اللہ کی تعظیم کی۔ پس یہ چیز دل کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

ہر قوم کا اپنا شعار ہوتا ہے مثلاً انگریز کے ابتدائی دورِ حکومت میں یہاں ترکی ٹوپی مسلمان کا شعار تھا۔ سر پہ بودی ہندو کا شعار تھا۔ ہیٹ انگریز کا شعار تھا۔ اگر کوئی ہندو ہیٹ پہن لیتا تھا تو لوگ اسے کہنے لگتے تھے کہ یہ کرسٹان ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ چار ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ (۲) رسول اللہ (۳) بیت اللہ (۴) الصلوٰۃ۔

دنیا میں کتابیں بے شمار ہیں لیکن اس وقت قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے کتاب اللہ کا نام سنتے ہی ذہن فوراً قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب لغاری سکنہ سانگھڑ نے مجھے ایک معمر شخص کا واقعہ سنایا جو ان کے پاس پڑھنے کے لئے آیا۔ پچھلے دنوں جب میں سندھ گیا تھا تو مولانا عبداللہ صاحب لغاری کے ہاں ایک نوجوان نے مجھے بتلایا کہ وہ معمر شخص میرا چچا تھا۔ وہ شخص سر پر قرآن مجید اٹھائے جنگل میں جا رہا تھا کہ اسے ایک گڈریا ملا۔ جب گڈریا نے اس سے پوچھا کہ تمہارے سر پر کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ سندھ میں زیادہ تر قرآن مجید کو لوگ کلام اللہ کہتے ہیں۔

گڈریا نے کہا کہ مجھے کلام اللہ پڑھ کر سناؤ۔ اس شخص نے کہا کہ میرا وضو نہیں ہے جہاں پانی ملے گا وہاں وضو کر کے تمہیں سنا سکتا ہوں۔ گڈریا اپنے مویشی چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب پانی ملا تو اس نے وضو کر کے قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ گڈریا نے پھر پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسی طرح عمل کر کے

(باقی ص۱۷ پر)

کثرتِ مال اور اُس کا فتنہ

حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن سکول محمد بوٹی لاہور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے (جس میں مبتلا ہو کر وہ فتنے میں پڑ جاتی ہے) میری امت کا فتنہ مال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد بالکل سچا ہے۔ روزمرہ کے مشاہدے بھی ہیں کہ مال کی کثرت سے جتنی آوارگی، عیاشی، سودخواری۔ زناکاری۔ سینما بینی۔ جوا بازی۔ ظلم وستم۔ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ اللہ کے دین سے غافل ہونا۔ عبادات میں تساہل اور دین کے کاموں کے لئے وقت نہ ملنا وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں نا داری میں ان کا تہائی چوتھائی بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے ایک مثل مشہور ہے "زر نیست عشق ٹیں ٹیں"۔ پیسہ پاس نہ ہو تو پھر بازاری عشق بھی زبانی جمع خرچ ہی رہ جاتا ہے۔ اور یہ چیزیں نہ بھی ہوں تو کم سے کم درجہ مال کی بڑھوتری کا تو ہر وقت فکر کہیں گیا ہی نہیں۔ صرف دو تین ہزار روپیہ کسی کو دے دیجئے۔ پھر جو ہر وقت اس کو کسی کام میں لگا کر بڑھانے کا فکر دامنگیر ہوگا تو کہاں کا سونا کہاں کا راحت و آرام کے ساتھ نماز روزہ کیسا حج زکوٰۃ۔ اب تو دن بھر رات بھر دکان ہی کے بڑھانے کی فکر ہے۔ دکان کی مشغولی نہ تو کسی دینی کام میں شرکت کی اجازت دیتی ہے نہ دین کے لئے کہیں باہر جانے کا وقت ملتا ہے۔ کہ دکان کا حرج ہو جائے گا۔ ہر وقت یہ فکر سوار کہ کون سا کاروبار ایسا ہے جس میں نفع زیادہ ہو کام چلتا ہوا ہو۔ اسی لئے حضورؐ کا پاک ارشاد جو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کے لئے دو وادیاں (دو جنگل) مال کے حاصل ہو جائیں تو وہ تیسری کی تلاش میں لگ جاتا ہے آدمی کا پیٹ (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے — قبر کی مٹی میں جا کر ہی وہ اپنی اس ھل من مزید کی خواہش سے رُک سکتا ہے دنیا میں رہتے رہتے تو ہر وقت اس پر اضافہ اور زیادتی کی فکر رہتی ہے۔ ایک کارخانہ اچھی طرح چل رہا ہے۔ اس میں بقدر ضرورت آمدنی ہو رہی ہے۔ کہیں دوسری چیز سامنے آگئی اس میں بھی ٹانگ اڑا دی۔ ایک سے دو ہو گئے اور دو سے تین۔ غرض جتنی آمدنی بڑھتی جائے گی۔ اس کو مزید کاروبار میں لگانے کی فکر رہے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ اس پر قناعت کرے۔ کچھ وقت اللہ کی یاد میں مشغولی کا نکل آتے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ اے اللہ میری اولاد کا رزق قوت ہو یعنی بقدر کفایت ہو۔ زائد ہو ہی نہیں۔ جس کے چکر میں میری اولاد پھنس جائے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہتری اور خوبی اُس شخص کے لئے ہے جو اسلام عطا کیا گیا ہو اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور اس پر قانع ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ کوئی فقیر یا غنی قیامت میں ایسا نہ ہوگا۔ جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ دنیا میں اس کی روزی صرف قوت یعنی (بقدر کفایت) ہوتی۔ بخاری شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کی قسم مجھے تمہارے اوپر تمہارے فقر و فاقہ کا خوف نہیں ہے بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی وسعت ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر ہو چکی ہے۔ پھر تمہارا اس میں دل لگنے لگے۔ جیسا کہ اُن کا لگنے لگا تھا پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے۔ پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے۔ جیسا کہ پہلی امتوں کو کر چکی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں مختلف عنوانات سے مختلف قسم کی تنبیہات سے مال کی کثرت اور اس کے فتنہ پر متنبہ فرمایا۔ اس لئے نہیں کہ مال فی حد ذاتہ کوئی ناپاک یا عیب کی چیز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کے قلوب کے فساد کی وجہ سے بہت جلد ہمارے دلوں میں مال کی وجہ سے تعفن اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر کوئی شخص ان مضرتوں سے بچتے ہوئے اس کی زیادتی سے احتراز کرتے ہوئے شرائط کے ساتھ اس کو استعمال کرے۔ تو مضر نہیں بلکہ مفید ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ عام طور سے نہ شرائط کی رعایت ہوتی ہے نہ اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ اس بنا پر یہ اپنا زہریلا اثر بہت جلد پیدا کر دیتا ہے۔ ا[illegible]ی بہترین مثال ہیضہ کے زمانے میں امرود کا کھانا ہے کہ فی حد ذاتہ امرود کے اندر کوئی عیب نہیں۔ اس کے جو فوائد ہیں وہ اب بھی اس میں موجود ہیں لیکن ہوا کے فساد کی وجہ سے اس کے استعمال سے بالخصوص کثرتِ استعمال سے بہت جلد اس میں تغیر پیدا ہو کر مضرت اور ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے علی العموم ڈاکٹر ہیضہ کے زمانہ میں امرودوں کی سختی سے ممانعت کر دیتے ہیں۔ ٹوکرے کے ٹوکرے ضائع کرا دیتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر معمولی حکیم یا ڈاکٹر کسی چیز کو مضر بتاتا ہے تو طبعاً ہمارے قلوب اس سے ڈرنے لگتے ہیں چنانچہ ڈاکٹروں کے ان اعلانات کے بعد اچھے اچھے سورماؤں کی ہمت امرود کھانے کی نہیں رہتی۔ لیکن وہ ہستی جس کے جوتوں کی خاک تک بھی کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پہنچ سکتا جس کی تجاویز نور نبوت سے مستفاد ہیں۔ اس کے اعلان پر اس کی تجویز پر ذرا بھی خوف پیدا نہ ہو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال بمنزلہ ایک سانپ کے ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے۔ اس کے فوائد بمنزلہ تریاق کے ہیں۔ اور اس کے نقصانات بمنزلہ زہر کے۔ جو اس کے فوائد اور نقصانات سے واقف ہو جائے وہ اس پر قادر ہو سکتا ہے کہ اس کے فوائد حاصل کرے اور نقصانات سے محفوظ رہے۔

مال کے نقصانات دو قسم کے ہیں دینی اور دنیوی۔ دینی نقصانات تین قسم کے ہیں (ل) معاصی کی کثرت کا سبب ہوتا ہے کہ آدمی اکثر و بیشتر اس کی وجہ سے شہوتوں میں مبتلا ہوتا ہے اور ناداری اور عجز ان کی طرف متوجہ بھی نہیں ہونے دیتا۔ جب آدمی کو کسی معصیت کے حصول سے ناامیدی ہوتی ہے۔ تو دل اس طرف زیادہ متوجہ بھی نہیں ہوتا اور جب اپنے کو اس پر قادر سمجھتا ہے تو کثرت سے ادھر توجہ رہتی ہے۔ اور مال قدرت کے بڑے اسباب میں سے ہے اسی وجہ سے مال کا فتنہ فقر کے فتنے سے بڑھا ہوا ہے۔ (ب) چار چیزوں میں تنعم کی کثرت کا سبب ہے۔ اچھے سے اچھا کھانا اچھے سے اچھا لباس وغیرہ وغیرہ۔ بھلا مالدار سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ جَو کی روٹی اور موٹا کپڑا پہنے اور ان تنعمات کا حال یہ ہے کہ ایک چیز دوسرے کو کھینچتی ہے۔ اور شدہ شدہ اخراجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور آمدنی جب ان کو کافی نہیں ہوتی تو ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی فکریں پیدا ہونے لگتی ہیں اور جھوٹ نفاق وغیرہ بُری عادات کی بنیاد اسی سے پڑتی ہے کہ مال کی کثرت کی وجہ سے ملاقاتی بھی کثیر ہوں گے اور ان کے تعلقات کی بقا اور حفاظت کے واسطے اسی قسم کے امور کثرت سے پیدا ہوں گے۔ اور تعلقات کی کثرت میں بغض عداوت، حسد، کینہ وغیرہ طرفین میں

بقیہ:- کثرتِ مال اور اس کا فتنہ

کثرت سے پیدا ہوں گے - اور ایسے بے انتہا عوارض آدمی کے ساتھ لگ جائیں گے - جن سے مال کے ہوتے ہوئے خلاصی دشوار ہے اور غور کرنے سے یہ مضرتیں وسیع پیمانے پر پہنچ جاتی ہیں - اور ان سب کا پیدا ہونا مال ہی کے سبب سے ہوتا ہے - (ح)

اور کم از کم اس بات سے تو کوئی بھی مالدار خالی نہیں ہوتا کہ اس کا دل مال کی اصلاح فلاح کے خیال میں اللہ کے ذکر و فکر سے غافل رہے گا اور جو چیز اللہ سے غافل کر دے وہ خسارہ ہی خسارہ ہے - اسی واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مال میں تین آفتیں ہیں - اول یہ کہ ناجائز طریقہ سے کمایا جاتا ہے - کسی نے عرض کیا کہ اگر جائز طریقے سے حاصل ہو تو فرمایا دبے جگہ خرچ ہوتا ہے - کسی نے عرض کیا اگر اپنے محل ہی پر خرچ کیا جائے - تو فرمایا کہ اس کی اصلاح کا فکر اللہ تعالیٰ سے تو مشغول کر ہی دیگا - اور یہ لاعلاج بیماری ہے کہ ساری عبادات کا لب لباب اور مغز اللہ کا ذکر و فکر ہے اور اس کے لئے فارغ دل کی ضرورت ہے - اور صاحب جائداد شخص دن رات کاشتکاروں کے جھگڑوں کے سوچ میں رہتا ہے - ان سے وصولی کے حساب کتاب میں رہتا ہے شریکوں کے معاملات کی فکر میں رہتا ہے - کہیں ان کے حصوں کا جھگڑا ہے - ان سے پانی کی بانٹ پر جھگڑا ہے - کہیں ڈول بندیوں میں لڑائی ہے - اور حکام اور ان کے ایلچیوں کا قصہ علیحدہ ہر وقت کا ہے - نوکروں مزدوروں کی خبرگیری ان کے کام کی نگرانی ایک مستقل مشغلہ ہے - اسی طرح تاجروں کا حال ہے کہ اگر شرکت میں تجارت ہے تو شرکا کی حرکتیں ہر وقت کی ایک مصیبت اور مستقل مشغلہ ہے اور تنہا تجارت ہو تو نفع بڑھنے کا فکر - ہر وقت اپنی محنت میں کوتاہی کا خیال - تجارت میں نقصان کا فکر ایسے امور ہیں جو ہر وقت مسلط رہتے ہیں - مشاغل کے اعتبار سے سب سے کم وہ خزانہ ہے جو نقد کی صورت میں اپنے پاس ہو لیکن اس کی حفاظت اور اضاعت کا اندیشہ، چوروں کا فکر - اس کے خروج کرنے کا خیال، اور جن لوگوں کی نگاہیں اس طرف لگی رہتی ہیں - ان کا خیال، ایسے تفکرات ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہی وہ دنیوی مضرات ہیں جو مال کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور جس کے پاس بقدر ضرورت ہو وہ ان سب افکار سے فارغ

؎ لنگی زیر و لنگی بالائے نے غم دزدے نے غم کالا -

ایک لنگی نیچے ایک لنگی اوپر - نہ چور کا ڈر نہ پونجی کا ڈر - (کہ کس طرح حفاظت کروں - روزانہ نئے نئے اخراجات کس طرح پورے کروں) پس مال کا تریاق اس میں ہے بقدر ضرورت اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو خیر کے مصارف میں خرچ کر دینا ہے - اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر ہی زہر ہے آفت ہی آفت ہے - فتنہ ہی فتنہ ہے - حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے آپ کو بھی اور اس ناکارہ کو بھی محفوظ رکھے اور کسی نیک مصرف میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین!

پروگرام

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب

بروز جمعہ ۲۵ ستمبر:- روانگی بذریعہ سندھ ایکسپریس ہوگی تفصیلی پروگرام کے لئے ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب معرفت مولانا عبدالعزیز صاحب مکی مسجد شہداد پور ضلع سانگھڑ سے رجوع کریں -

۲۹ ستمبر کو واپسی ہوگی -

حاجی بشیر احمد P.A.

بقیہ:- مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک تقریر

اس وقت وقت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ نئی نسل کو اسلام سے روشناس کرائیں - اور اسلام کے محاسن ان کے سامنے لائیں تاکہ اسلام سے ان کو محبت و تعلق پیدا ہو جائے انہی مقاصد کے پیش نظر پاکستان کے حصول کی کوشش کی گئی تھی - لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان اپنے نصب العین سے کتنا دور ہوتا چلا گیا - ہماری سب کی مشترکہ کوشش ہونی چاہئے کہ یہ ملک دنیاوی قوت و شوکت کے ساتھ معنوی و روحانی طاقت سے بہرہ ور ہو اور ظاہر و باطن ہر طرح پاکستان کی یہ خوشنما عمارت "تسر الناظرین" کا مصداق بن جائے - میں سمجھتا ہوں کہ یہ فتنوں کا بڑا نازک دور ہے اگر ذرا اخلاص سے کام کیا جائے تو بہت زیادہ ثمرات ظاہر ہوں گے - افسوس کہ مسلمانوں میں آج اخلاص و عزم، دیانت، امانت، تندہی، محنت و جفاکشی جیسے بہترین خصوصیات، جو مسلمانوں کے امتیازی نشان تھے ختم ہو رہے ہیں ان اخلاق کی جگہ نفاق، خود غرضی، خیانت بے ہمتی، راحت طلبی، تن آسانی جیسے مہلک امراض پیدا ہو گئے ہیں - اگر آپ کا یہ ادارہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرے تو ہم ہر قسم کے تعاون کے لئے آمادہ ہیں - یہی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے اور اگر خدانخواستہ یہ ادارہ اسلام کی بیخ کنی کرے تو ہم تعاون تو کیا جو کچھ اس کے خلاف کر سکیں گے کریں گے - سپاہی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لئے اس کا تعین ہوا ہو وہ اپنی جان قربان کر دے - ایک خادم دین کے سامنے دین و مذہب جان و مال سے زیادہ عزیز ہونا چاہئے بہرحال اس دین کی حفاظت ہمارا نصب العین ہے اس نصب العین کی حفاظت کی خاطر ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں "ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم" - ہم بوریہ نشینوں کی مختصر زندگی ہے اس کے لئے زیادہ فکر کی ضرورت نہیں -

یہ چند باتیں تھیں جو صفائی کے ساتھ "الدین النصیحۃ" کے پیش نظر آپ حضرات سے عرض کر دیں - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں اعمال دونوں کی اصلاح فرما کر اپنی مرضیات کی توفیق نصیب فرمائے -

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی

درسِ حدیث

قسط دوم

مرتبہ:۔ محمد سلیمان قادری ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ کیمبلپور

۱۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرین درجة (متفق علیه)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں علیحدگی کی نماز سے ۲۷ درجے زیادہ ثواب ہے۔ اسی سے علماء کرام نے استنباط کیا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی گھر سے صحیح وقت پر چلا۔ جماعت کے پہنچنے کی کوشش کی لیکن جب مسجد پہنچا۔ تو جماعت ہو چکی تھی تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اسی سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب مسلمان کافروں کے خلاف جنگ جہاد کر رہے ہوں اور کچھ آدمی جہاد کی نیت سے تب پہنچے جب جنگ ختم ہو چکی تھی۔ تو اب مسلمان بادشاہ اور امیر فوج پر لازم کہ مال غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ دے۔ کیونکہ انہوں نے تو اپنی طرف سے جہاد میں حصہ لینے کی محنت و کوشش کی ہے۔

۲۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لقد هممت ان امر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوٰة فیؤذن لها ثم امر رجلاً فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال وفی روایة لایشهدون الصلوٰة فاحرّق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیده لو یعلم احدهم انه یجد عرقاً سمینا او مرماتین حسنتین لشهد العشاء (رواه البخاری والمسلم نحوه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات بڑی ہی ضروری اور عظمت والی ہوتی ہے لیکن جہاں قسم کھا کر فرمائیں؛ وہ تو زیادہ ضروری ہوگی فرمایا میں نے پکا ارادہ کیا ہے۔ کہ کچھ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ پس لکڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر میں کسی کو اذان کہنے کا حکم کروں۔ پھر کسی کو مقرر کروں کہ امامت کے فرائض سرانجام دے اور میں جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز باجماعت پڑھنے نہیں آتے۔ آپ کو کہیں، کسی بات پر غصہ نہیں آیا آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں پتھر کھائے۔ آپ کا گلا گھونٹا گیا مگر بددعا نہ فرمائی بلکہ فرمایا۔ اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون۔ اے اللہ اس میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ مجھے جانتے نہیں۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ لیکن اپنی امت میں سے جو لوگ نماز باجماعت نہیں پڑھتے وہ آپ کو اتنے برے لگتے ہیں۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں۔ ان گھروں کو جلا دوں۔ لیکن میں نے ایسا کیوں نہیں کیا دوسری روایت میں تفصیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے اس لئے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ اس سے وہ بچے جن پر نماز فرض نہیں۔ اور عورتیں اور جانور جل جائیں گے۔ اب سوچئے کہ نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کے متعلق آپ کا یہ نظریہ ہے اور جن کے متعلق آپ اتنی سخت قسم کھا کر یہ فرمائیں کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ ان کے گھر جلا دوں تو کیا قیامت کے دن اگر وہ مصیبت میں پھنس گئے تو کیا آپ ان کے لئے شفاعت کریں گے؟ کہ یا اللہ یہ نماز باجماعت تو نہیں پڑھتے تھے مگر ان کو بخشش دے۔ کسی فعل پر آپ کو اتنا دکھ نہیں ہوا جتنا نماز باجماعت چھوڑنے پر ہوتا ہے۔ یہ تو جماعت چھوڑنے والوں کے لئے فرمایا۔ اور جو پڑھتے ہی نہیں ان کے متعلق آپ کے قلب منور میں کیا خیال ہوگا۔ اور پھر جن کو آتی نہیں، ان کا بھی کوئی مقام ہو سکتا ہے۔ آپ کے سامنے؟ فرمایا مجھے خدا کی قسم اگر ان لوگوں کو یہ پتہ چلے کہ دو چپاتیاں یا چربی والی ہڈی ملے گی۔ تو عشاء کی نماز بھی نہ چھوڑیں گے۔ آج اگر یہ معلوم ہو کہ نماز پڑھو ایک ایک پاؤ چینی ملے گی۔ تو بچوں کو بھی ساتھ لے آئیں۔ اور پانچوں نمازیں ہی نہیں بلکہ تہجد بھی پڑھیں۔

یعنی اتنے مادیت پرست ہیں۔ کہ دنیاوی نفع کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کر دیتے ہیں۔ یہ دکاندار بھائی جو صبح سے شام تک اپنی عزیز اور قیمتی زندگی کو بیچتے ہیں۔ دفتری ملازم کہتے ہیں بھائی کارروائی ختم کرلیں۔ زمیندار بھائی کہتے ہیں کہ گوڈی کرلیں۔ پانی دے لیں۔ ان سب محنتوں سے نہیں تھکتے لیکن نماز باجماعت چھوڑ دیتے ہیں یاد رکھو دو چیزوں سے قلب منور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ پہنچتا ہے۔

۱۔ ایک نماز باجماعت چھوڑنے سے

۲۔ اور قرآن سے روگردانی کرنے سے جیسا کہ فرمایا:۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

قیامت کے روز میدان حشر رب العالمین کے عالی قدر دربار میں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کے خلاف دعویٰ دائر فرمائیں گے کہ یا اللہ میری اس قوم نے میری اس امت نے میرے اس قرآن کو ردی کاغذ سمجھ لیا تھا۔ نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے نہ نماز نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج سارے برے کام کرے اور پھر بھی یقین کہ بخشا جاؤں گا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

۳۔ وعنه قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم رجل اعمی فقال یا رسول الله انه لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یرخص له فیصلی فی بیته فرخص له فلما ولی دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة قال نعم قال فاجب (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے۔ جو دونوں آنکھوں سے اندھے تھے۔ عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کوئی ایسا بچہ یا خدمت گار نوکر وغیرہ نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اس لئے میں آپ کے سامنے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اجازت فرمائیں۔ تاکہ میں گھر ہی نماز پڑھ لیا کروں۔ دوسری جگہ تفصیل ہے کہ میرا گھر مسجد سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے اور راستہ خراب ہے۔ اور جب بارش وغیرہ ہوتی ہے۔ تو گلی میں کیچڑ ہو جاتا ہے۔ آپ نے اجازت فرمادی۔ جب وہ پیٹھ دے کر جانے لگا۔ آپ نے اسے پھر بلایا اور پوچھا کیا جب اذان ہوتی ہے۔ تم تک آواز پہنچتا ہے۔ عرض کی حضرت جی ہاں! فرمایا اب یہاں مسجد میں آکر نماز باجماعت

پڑھنی پڑے گی۔ کیونکہ اب تو حکم ہوگیا ہے۔ اللہ کی طرف سے۔ اگرچہ اندھے کے لئے اجازت دی ہے قرآن نے۔ لیس علی الاعمٰی حرجٌ الآیۃ۔ لیکن اذان سننے کے بعد اندھے کو بھی چاہئے کہ کوشش کرے مسجد پہنچنے کی تاکہ ان برکات سے محروم نہ رہ جائے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ پہلے تو نماز آتی ہی نہیں اور اگر آتی بھی ہے اور پڑھتے بھی ہیں تو گھر پڑھ لیتے ہیں۔ ان سے پوچھو! بھائی تمہیں کبھی مسجد میں نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں میں تو گھر ہی میں حیلہ کرلیتا ہوں۔ اور یہ صاحب گھر ہی میں حیلہ کرلیتے ہیں۔ نوکری کے لئے دفتر جاتے ہیں گھر میں نوکری نہیں کرتے دکانداری کے لئے دکان پر جاتے ہیں زمینداری کے لئے زمین میں جاتے ہیں لیکن نماز کا گھر ہی میں حیلہ کرلیتے ہیں۔ اور آج کے بعض "کونگی" قسم کے نماز اور نمازیوں کے ساتھ مذاق واستہزا کرتے ہیں۔ یاد رکھیں مسئلہ اگر اللہ چاہیں تو کفر جحود، کفر استکبار اور ہدایت نصیب فرمادیں اسے اسلام کی توفیق ہوجاوے لیکن کفر استہزا ایسا کفر ہے اس کو اللہ نہیں معاف فرماتے ایسے شخص کو جو اللہ کے دین، اللہ کے قرآن، اللہ کے رسول۔ نمازوں۔ روزوں۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر احکام الٰہی کے ساتھ مذاق کرے اس کو کبھی ہدایت نہیں دیتے۔ اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی کہ پیغام اجل آجاتا ہے

نماز باجماعت امام احمد بن حنبلؒ۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مردوں پر فرض ہے۔ گھر میں تو عورتیں پڑھا کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک اگر نماز باجماعت ادا نہ کی جائے تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ لیکن ہمارے امام اعظمؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز باجماعت فرض نہیں بلکہ واجب ہے بہت بڑا واجب ہے۔ جس نے نماز باجماعت چھوڑی۔ اس نے بہت بڑے واجب کو ترک کردیا۔ اور ان برکات وثمرات سے محروم ہوگیا جو باجماعت نماز ادا کرنے سے ملتے ہیں۔

نماز باجماعت ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ ہوسکتا ہے اس طریقہ سے اسے ہدایت کاملہ نصیب ہوجائے۔ نمازی کا گھر سے مسجد تک آنا جانا اللہ کو پسند آجائے۔ اور یہ بھی ہے کہ جماعت میں سے کسی کی نماز قبول ہوگئی تو ساتھ اس کی بھی قبول ہوجائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی نمازی گھر سے وضو کرکے نماز کی نیت سے مسجد کو چلتا ہے۔ تو اب وہ حکماً نمازی ہے اسے چاہئے نہ کسی سے بات کر اور نہ انگلیوں کو چٹخارے لے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ گھر سے نماز کی نیت سے مسجد چل کر آتے ہیں۔ ان کو قدم قدم پر نیکیاں ملتی ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور ان کو حج کا ثواب ہوتا ہے۔ کیوں نہ ملے وہ بڑا خانہ کعبہ ہے۔ مرکزی اور مسجدیں اس کی شاخیں ہیں

ایک دوسری روایت میں نماز باجماعت کے کے احکام میں ارشاد فرمایا۔

اذا امن الامام فامنوا الحدیث

جب جہری نماز میں امام آمین کہے۔ تم بھی آمین کہو اس لئے کہ ملائکہ بھی آمین کہتے یعنی نماز باجماعت ادا کرنے والوں کے لئے اللہ تعالٰی کے فرشتے بھی ان کے امام کی اس دعا پر جو اس نے اپنی سب جماعت کے لئے کی ہے آمین کہتے ہیں اور اس آمین کیساتھ آمین کہنا اتنا بڑا اجر اور ثواب ہے کہ فرمایا۔

غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر الحدیث۔ اگلے پچھلے (صغائر) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی برکت ہے۔ اور اس سے وہ نمازی محروم رہ جاتا ہے۔ جو اپنے گھر یا دفتر وغیرہ میں نماز ادا کرلیتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کے ایک باخدا بزرگ محمد بن سماعہ گزرے ہیں۔ جن کی وفات ۲۳۳ھ کو ہوئی آپ نے اپنی ساری زندگی میں کوئی نماز بلا جماعت نہ پڑھی ایک دن جب کہ آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ اور آپ ان کی تدفین میں شریک تھے۔ کہ آپ کی نماز مغرب جماعت سے رہ گئی۔ آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور آپ نے یہ تدبیر کی کہ مغرب کی نماز بجائے ایک دفعہ کے ۲۷ دفعہ پڑھ لی تاکہ بموجب حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس نمازوں کا ثواب مل جائے۔ مگر جب رات کو سوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی آپ سے یہ فرمارہا ہے۔

کیف بتامین الملائکۃ یعنی اے محمد بن سماعہ تو نے ایک بجائے ستائیس دفعہ نماز مغرب پڑھ تو لی اور اس طرح تجھے ہوسکتا ہے ستائیس نمازوں کا ثواب مل جائے لیکن وہ قرب اور مغفرت کا وعدہ جو نماز با جماعت میں فرشتوں کی آمین کہنے پر ملنے والا تھا وہ آمین کی شرکت تو تجھے حاصل نہ ہوسکی قرآن کریم کی اکثر جگہ نماز کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

وارکعوا مع الراکعین۔ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی نماز باجماعت ادا کرو۔ اسی ارشادات قرآنی سے بعض علماء تفسیر نے یہ استنباط فرمایا ہے کہ اگر نماز میں امام صاحب کو رکوع کی حالت میں پالیا تو یہ رکعت ہوجائے گی رکعت اور رکوع دونوں کا مصدر ایک ہی ہے۔ گویا خشوع اور عبدیت کا اظہار قرآنی ارشادات میں نماز باجماعت ہی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالٰی عمل کی توفیق عطا فرماوے۔

نقد ونظر

(مشتاق حسین بخاری)

نام کتاب ۔ "انکشافات"

مرتب ۔ جناب قاری عبدالحمید صاحب صدر دارالتبلیغ جموں

ناشرین :۔ زریں پبلیکیشنز ب/۱۳ شاہ عالم مارکیٹ لاہو

صفحات :۔ ۱۹۰ قیمت قسم اول ساڑھے تین روپے

قیمت قسم دوم ڈھائی روپے

ہندو پاکستان سے اب تک علمائے حق بیسوں کتابیں ردِّ مودودیت میں رقم فرماچکے ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور شیخ الہند والعجم حضرت مدنی قدس سرہ کی دوربین نظروں نے ابتدا ہی سے بھانپ لیا تھا۔ کہ یہ تحریک جو "جماعت اسلامی" کا لبادہ زیب تن کرکے اٹھی ہے۔ کہ یہ جمہور المسلمین میں ایک نئے عقیدہ کا دروازہ کھول دے گی ورنہ ان بزرگوں کو جماعت اسلامی کی سیاست سے کیا غرض وغایت تھی۔

جناب مودودی صاحب کے خیالات سے بد اعتقادی کی بو آرہی تھی اس لئے انہوں نے شروع ہی میں امت کو اس خطرہ سے آگاہ کردیا بعد ازاں یہ جماعت مذہب کی آڑ میں سیاسی قوت حاصل کرتی رہی اور ایک نظریہ کے تحت تدریج عملی سیاست میں حصہ لیتی رہی اصلاح معاشرہ کا پروگرام وہ صالحین کی تیاری اور وہ تعمیری لائحہ ہائے عمل الیکشن کی تیاریوں اور انتخابات کی سرگرمیوں کی نذر ہوگئے قول وفعل کا تضاد اس جماعت کا طرہ امتیاز بن گیا جمہوریت کی تبلیغ تو زور وشور سے ہوئی لیکن خود جماعت آمریت کا شکار جماعت کے سربراہ جناب مودودی صاحب سچ مچ لیڈرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے عوام کے سامنے آنے لگے جلسے جلوس ہار اور سنہری حروف میں لکھے ہوئے سپاسنامے پہلے منظوری کے لئے پیش ہوتے بعد ازاں جلسہ ہائے عام میں انہیں پیش کیا جاتا رہا ساتھ ساتھ مذہب کی کتر بیونت بھی جاری رہی کبھی شعار اللہ بیت اللہ پر ناک بھوں اور کبھی احادیث پر اعتراض اور مودودی صاحب تو خیر بزعم خود منصب مجددیت پر تشریف فرما ہی تھے جماعت کے اراکین اور صالحین علمائے حق کو طعن ودشنام دینے لگے کیونکہ اپنی اپنی راستبازی اور سیاسی قوت کے متعلق غلط فہمی ہوگئی تھی زیر نظر کتاب میں جناب قاری عبدالحمید صاحب نے ذرا تفصیل سے امیر جماعت کا کچا چٹھا بیان کیا ہے انداز بیان اُن کا اپنا ہے جگہ جگہ مودودی صاحب کی حسب حال کنیت لکھی ہے حوالہ جات سیاق وسباق کے ساتھ ہیں اختتام سے پہلے اُن کتب کی مکمل فہرست شائع کی ہے جو ردِّ مودودیت میں ہندو پاکستان سے شائع ہوچکی ہے کتاب کی کتابت وطباعت بلند پایہ ہے قاری صاحب موصوف اپنے محدود ذرائع سے اور تن تنہا مودودی صاحب کے مذہب پر گرفت کررہے ہیں اُن کی کتاب کی اشاعت وترویج میں حصہ لینا اُن کی بالواسطہ اس نیک کام میں اعانت ہے۔



اور انکی صحبت

اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۹

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

تقویٰ کا ذکر اور اس کی فضیلت قرآن مجید میں سینکڑوں جگہ پر بیان کی گئی ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچایا جائے اور محفوظ رکھا جائے جو تعلق باللہ میں خلل انداز ہو۔ ہر شعبہ حیات میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہو عصیان نہ ہو۔ شکر ہو کفران نعمت نہ ہو۔ ذکر ہو نسیان نہ ہو۔ ڈرنے کا حق یہ ہے کہ انسان ہر قدم پر اور ہر کام میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے۔ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرے متقی وہ ہے کہ جو ہر کام اللہ کی مرضی کے مطابق کرے اور ہمیشہ اس سے ڈرتا رہے۔ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی محبت۔ رغبت اور انس ومحبت صرف ذات ربانی کے لیے مخصوص کردے اور نفسانی خواہشات و لذات سے پرہیز کرے۔ خواہشات نفسانی سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر ہی بارگاہ ایزدی میں قرب نصیب ہوگا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے سامنے کوئی دروازہ بند نہ رہے تو حق تعالےٰ سے ڈرو۔ اللہ تعالےٰ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اور پریشانیوں دور ہو جاتی ہیں اگر دنیا اور آخرت میں عزت چاہتے ہو تو تقوےٰ اختیار کرو۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:- اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔ بے شک عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو تم میں سے زیادہ اس تقوےٰ کو حاصل کرنے کے لیے ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو۔ جن پر اِتَّقُوا اللہَ کا رنگ چڑھا ہوا ہو۔

روحانی بیماریوں کا علاج روحانی طبیب ہی کر سکتے ہیں!

انسانی ڈھانچہ روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ اور ان دونوں میں تغیرات اور حوادثات کا آنا ممکن ہے۔ اس لئے جسمانی علاج کی ضرورت کے ساتھ روحانی قویٰ کی کمزوری بھی قابل علاج سمجھی گئی ہے۔ جس طرح خورد ونوش کی بے اعتدالی، جسمانی صحت کو خراب کر دیتی ہے، اسی طرح ترک عبادت و ترک ذکر الٰہی اور بد اعتقادوں کی صحبت سے روح بھی بیمار ہو جاتی ہے۔ جسم کی زندگی اگر پاکیزہ خوراک اور صاف و شفاف پانی پر انحصار رکھتی ہے تو روح کی حیات و سلامتی کا دارومدار عبادت الٰہی اور اعمال صالح پر ہے۔ جسمانی امراض کے علاج کے لیے جسمانی طبیب کی ضرورت ہے۔ لیکن روحانی آفات اور بلیات سے بچنے کے لیے روحانی طبیب کی ضرورت ہے اور یہ روحانی طبیب اہل اللہ ہیں۔ قدیم سے یہ رسم چلی آ رہی ہے۔ اور تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ روحانی بیماریوں اور باطنی غلاظتوں اور نجاستوں مثلاً غرور نخوت عجب ریا حُبّ جاہ اور کبر وغیرہ سے نجات صرف اللہ والوں کی صحبت سے ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ باطنی امراض کے ماہر اور ان کے علاج کی مہارت رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ شروع سے ہی اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے دوسرا حاصل کرتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام اور ان کے جانشین پھر ان کے تربیت یافتہ اولیائے کرام کی زندگی کے حالات اس بات پر شاہد ہیں اور سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے

کیمیا پیدا کن از مُشتِ گِلے
بوسہ زن بر آستانے کاملے

یعنی اگر اپنی مشت خاک کو سونا بنانا چاہتے ہو تو کسی مرد کامل کے آستانِ مقدس پر بوسہ دو تا کہ تم میں تمیز۔ معرفت اور حقیقت پیدا ہو سکے۔ مادر زاد ولی بہت کم ہوتے ہیں۔ نیکوں کے پاس بیٹھنے سے ہی ان کی صحبت کا رنگ چڑھتا ہے۔ اور انسان انسان بن جاتا ہے۔ دنیا کے سارے کام آسان ہیں۔ لیکن، انسان بننا سب سے مشکل کام ہے۔

مرغی کا انڈہ اکیلا پڑا ہو تو کچھ دنوں کے بعد سفیدی اور زردی دونوں خراب ہو جاتے ہیں اور انڈہ پھینک دیا جاتا ہے لیکن اگر مرغی اس کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگالے اور اس کو آہستہ آہستہ گرمی پہنچائے تو کچھ دنوں کے بعد اس میں سے زندہ بچہ نکل آتا ہے۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا پیغمبر زادہ تھا۔ لیکن کفار کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے اعمال صالح سے محروم ہو گیا۔ اور کفار کے ساتھ ہی غرق کر دیا گیا۔ اصحاب کہف کا کتا نیکوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے کئی انسانوں سے بھی بازی لے گیا ؎

پسر نوح با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا نہ بغیر چلے انسان منزل پر پہنچتا ہے اور نہ بغیر رہبر سیدھا راستہ ملتا ہے۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے بعض اوقات قلب میں ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو ساری عمر کے لیے سعادت کی مفتاح بن جاتی ہے۔ اہل اللہ کی صحبت میں خاصیت ہے کہ جو چیز ان کے اندر ہے وہ شدہ شدہ پاس بیٹھنے والوں کے اندر بھی آ جاتی ہے۔ طالب دزدیدہ طور پر ان کے اخلاق کو اپنے اندر لے لیتا ہے اگر اصلاح نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر تو ہونے لگتی ہے۔ عمل کا شوق بڑھتا ہے اور اپنی استعداد کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اہل اللہ کی صحبت میں

بار بار اچھی باتیں کان میں پڑتی رہیں تو آخر کب تک اثر نہ ہوگا، کبھی نہ کبھی تو اثر ہو کر رہے گا۔ اور اصلاح ہو جائے گی سخت سے سخت پتھر پر پانی ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔ انسان کا دل پتھر تو نہیں ہے۔

صحابہ کرامؓ سب کے سب عالم نہ تھے۔ مگر ادنٰے سے ادنٰے صحابی کی فضیلت بھی اعلیٰ سے اعلیٰ محدثین و فقہاء اور بڑے سے بڑے اولیاء و اقطاب پر مسلم ہے۔ اس فضیلت کا مدار محض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر ہے انہوں نے جو کچھ پایا آپ کی صحبت سے پایا۔

اللہ والوں کی صحبت میں استغناء عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کے صفات پیدا ہو جاتے ہیں ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

> جو لوگ اللہ کی طلب میں کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے قرب و رضا کی راہیں سجھا دیتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۰

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے اللہ کی طلب میں کوشش کی ہم ان کو اپنی نزدیکی کی راہ دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اوّل خود چلنے کی ضرورت ہے۔ اگر خود نہ چلے اور گھر میں بیٹھا رہے تو ہزار رفیق بھی مل جانے پر راستہ قطع نہ ہوگا۔ البتہ چلنے کے بعد رہبر اور رفیق کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر رہبر نہ ہو تو نابینا راستہ میں کسی نہ کسی جگہ ٹھوکر کھا گر پڑے گا۔ اور منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

باطنی رستہ طے کرنے کے لئے رفیق کا ہونا ضروری ہے۔ جس کا دامن پکڑ کر انسان چلے۔ تنہا یہ سفر قطع نہیں ہو سکتا اگر آدمی ہزاروں کتابیں بھی حفظ کرے، تو اپنی اصلاح نہیں کر سکتا۔ بھلا نری کتابیں پڑھنے سے بھی کوئی کامل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود اپنے ہاتھ سے اٹھائیگا تو وہ بھی قاعدے سے نہ اٹھا سکے گا ———— درزی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی سوئی پکڑنے کا اندازہ بھی نہیں آتا۔ خوش نویس کے پاس بیٹھے بغیر اور قلم کی گرفت اور کشش دیکھے بغیر کوئی خوش نویس نہیں بن سکتا۔ غرض بدوں کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند
ہر کہ خواہی ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء
یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء
صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

جو لوگ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا قرب و رضا حاصل کرنے کے لئے محنت اٹھاتے ہیں اور سختیاں، جھیلتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی نزدیکی کی راہ دکھا دیتے ہیں۔ لیکن جو اس کے دروازے پر آنا ہی نہ چاہے تو اس کو زبردستی لانا نہیں چاہتے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑے نازک مزاج ہیں اگر تم اس کے دروازے پر لینے نہیں آؤ گے تو وہ دینے نہیں جائیں گے۔

تمہارا دل اللہ تعالےٰ کی طرف ایک قدم چلے تو اس کی محبت تمہاری طرف کئی قدم چلتی ہے۔

اس کو اپنی محبت والوں کی ملاقات کا ان سے زیادہ اشتیاق ہے وہ اپنے بندہ کو اس طرح اپنی طرف بلاتا ہے، جیسے کہ اس کا محتاج ہے۔

قرب الی اللہ کے بے انتہا درجات ہیں۔ بندہ جتنی بھی خدا کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے کئی گنا زیادہ توجہ کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ توجہ اور رحمت نہ فرمائیں تو انسان کی کیا مجال جو ان تک رسائی ہو سکے آخر انسان کو خدا سے نسبت ہی کیا ہے اللہ تعالےٰ کی طرف چلنا شروع کر دینی عجز و عبدیت کا اظہار کر رحمتِ خدا انہیں گود میں اٹھا لیگی۔

> **اللہ تعالےٰ کی محبت**
>
> اہل اللہ کی محبّت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی!

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ غیر اللہ کی محبت شرک ہے اور اللہ تعالےٰ کی محبت توحید کی اساس ہے لیکن اہل اللہ کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک موحّد اور مخلص ولی اللہ خدا کی زمین میں اس کا نائب اور خلیفہ ہے۔ مخلوقات اس کے وجود پر ناز کرتی ہے اور ہر شے اس کے روحانی فیض اور برکات کے لئے دعائیں مانگتی رہتی ہے، اس کا قلب و دماغ علوم ربّانی اور انوار قدسیہ کا امانت دار ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے اپنے کلام کے معانی و مطالب سے آگاہ فرما کر نسل انسانی کی رہنمائی اور باطنی تزکیہ نفس و اصلاح کے لئے معین فرمایا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ بندگان خدا کو صراط مستقیم پر لے آتا ہے۔ ایسے بندہ کی صحبت اور محبت کو لازم پکڑو۔ اور اس کی روحانی فیوض و برکات سے فائدہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالےٰ کی محبت کے لئے اہل اللہ کی صحبت اور ان سے محبت کا التزام ضروری ہے۔

اللہ والے خدا پرست اور مخلص ہوتے ہیں۔ آزمائش الٰہی اور آفات میں صابر و شاکر اور اس کے احسانات و انعامات پر شکر گزار ہوتے ہیں۔ خلقت سے تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ لیکن حق تعالےٰ کے سامنے مسکراتے ہیں۔ ان کی توجہ ہر طرف سے ہٹا کر صرف باری تعالےٰ کی طرف ہوتی ہے وہ نہ غیر اللہ کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ انکی سنتے ہیں۔ ان کا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔

اندھے کو ایسے شخص کی تلاش کرنی چاہیئے جو اس کا رہبر بن سکے اور بے خبر کو باخبر کی جستجو کرنی چاہیئے اور جب مل جائے تو اس سے لپٹ جانا چاہیئے۔ اس کی رائے اور فرمان کو قبول کر لینا چاہیئے اور اس سے راستہ کا نشان دریافت کر کے اس پر چل پڑنا چاہیئے۔ نادانوں کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ ان کی نادانی تم میں بھی اثر کرے گی۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس نے کسی نجات پانے والے کو نہیں دیکھا۔ وہ نجات نہیں پا سکتا اور نجات پانے والے کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کو دیکھنے کے لئے دل کی آنکھیں درکار ہیں۔ یاد رکھو جس دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے وہ اللہ سے محجوب ہوتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

میں کی ہوئی

حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہٗ کی

ایک تقریر کا کچھ حصہ

ادارۂ مرکزی تحقیقات اسلامیہ کے بنیادی مقاصد کیا ہونے چاہئیں؟

ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کے لئے دو اساسی اصول ہونے چاہئیں (۱) اسلامی عقائد اور اسلام کی حقانیت کے لئے عصر حاضر میں قدرتِ کاملہ نے جو سائنس کے ذریعہ تحقیقات کرائے ہیں، اُن سے اس مقصد کے لئے فائدہ اٹھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا کرشمہ ہے۔ کہ معجزاتِ نبوت و رسالت کا دور تو ختم ہو چکا تھا۔ نہ جدید نبوت کا ظہور ہو سکتا تھا نہ نبوت کے معجزات ظاہر ہو سکتے تھے لیکن چونکہ اسلام کی دعوتِ حق قیامت تک کی آنے والی نسلوں کے لئے تھی۔ اس لئے قدرت نے طبیعات کونیات اور نظام کائنات میں ایسے ایسے عجائبات ظاہر فرما دئے جن سے ایک منصف حکیم وقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات و کمالات کے اعتقاد پر مجبور ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کائنات کے محیر العقول نظام میں اس کے اقتدار و تدبیر و تصرف کے اسرار و غوامض معلوم کر لے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے اور قیامت کے روز انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

جدید علم کلام

درحقیقت جدید علم کلام نام ہی اس طریقہ فکر کا ہے کہ نظام کائنات کے حقائق سے اصول اسلام کی تائید و تصدیق کا سامان مہیا کیا جائے۔ قرآن کریم نے اسی انداز میں فکر انسانی کو دعوت غور و فکر دی ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب حجۃ الاسلام اور مباحثہ شاہجہانپور اور انتصار الاسلام اور قبلہ نما اور تقریر دلپذیر اور مکتوب قاسم العلوم میں اس جدید علم کلام کی بنیاد رکھی ہے اور سلطان عبدالحمید خاں کے عہد کے سب سے بڑے محقق عالم الشیخ حسین الجسر طرابلسی نے "الرسالۃ الحمیدیہ" میں جدید علم کلام کی دعوت دی ہے اور ان کے صاحبزادے الشیخ عبداللہ ندیم الجسر مفتی طرابلس نے قصۃ الایمان بین الفلسفۃ والعلم والقرآن میں اسی موضوع کو اختیار کیا ہے[1]۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ ایسے جدید نظریات جو اب تک زیر بحث ہیں اور قطعیت کے درجہ تک نہیں پہنچے ہیں اُن پر ایمان لاکر قرآنی حقائق اور اسلامی اصول و عقائد میں فوراً تاویل کر کے تحریف کا راستہ نکالا جائے۔ بلکہ سائنس کے قطعی اصول و تحقیقات کی روشنی میں دین اسلامی کے قطعی حقائق کی تصدیق کا راستہ نکالا جائے۔ ورنہ یہ تو الحاد کا طریقہ کار ہو گا۔ اسلام و حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں جیسے آج کل بہت سے مدعی تحقیق غیر شعوری طور پر اس الحاد میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ بحث تفصیل کی محتاج ہے یہاں اشارہ کافی ہو گا۔

غرض پہلا بنیادی نقطہ یہ ہونا چاہیئے کہ سائنس اور طبیعات کی تحقیقات کی صحیح معلومات کے ذریعہ اصول اسلام کی تصدیق و تائید کے دلائل فراہم کئے جائیں۔ سائنس کا یہ ذخیرہ یورپ کی زبانوں کے علاوہ عربی زبان میں بھی بہت کافی منتقل ہو چکا ہے اور عربی زبان بھی اس غرض کے لئے غنی زبان ہے۔ تین چار تو مستقل انسائیکلو پیڈیا عربی میں تالیف ہو چکی ہیں اور شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہو کہ عربی زبان میں اس پر مواد نہ ملتا ہو چاہے مستقل تصنیف ہو یا ترجمہ ہو چکا ہو۔

عہد نبوّت کے چند واقعات اور سائنس

عہد نبوّت میں بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جو درحقیقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے۔ ملاحدہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ان واقعات کو عقل یا درایت یا فلسفہ کی رو سے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن آج سائنس کی ترقیات نے نہ صرف اُن کا امکان ثابت کر دیا ہے بلکہ حقائق بن کر وہ دنیا کی نگاہوں میں آ گئے ہیں۔ لیکن وہ "معجزات" اس لئے تھے کہ اسباب کے بغیر وجود میں آئے تھے اور عقل انسانی کی ترقی کے بعد جب اسباب کے دائرے میں آ گئے۔ تو اب معجزات نہ رہے۔

مثلاً عرفات کی وادی میں ایک لاکھ کے مجمع میں آپ اپنی متعاد آواز میں خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ ہر شخص سن رہا ہے۔ کسی کو کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی ہے یا اس سے بھی عجیب تر ایک واقعہ ہے جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ منیٰ کی وادی تقریباً آٹھ مربع میل ہو گی۔ آٹھ مربع میل میں ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کا مجمع منتشر طور پر اپنے اپنے خیموں میں موجود ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام گاہ خیمہ میں (جہاں آج کل مسجد بنائی گئی ہے اور مسجد خیف کے نام سے مشہور ہے) خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ سب صحابہ کرامؓ اس طویل وادی میں پھیلے ہوئے اپنے اپنے خیموں میں پوری آواز سن رہے ہیں حالانکہ نہ بجلی ہے نہ لاؤڈ سپیکر ہے نہ ریڈیو اسٹیشن ہے۔ یہ سب کچھ بغیر ان آلات و اسباب کے ہو رہا ہے۔ سنن ابی داؤد کی حدیث میں الفاظ یہ ہیں:۔

خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بمنیٰ ففتحت اسماعنا حتی کنا نسمع ما یقول ونحن فی منازلنا فطفق یعلمھم مناسکھم حتی بلغ الجمار الخ

آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حج کے مسائل تھے۔ رمی جمار تک مسائل بیان فرمائے ہم منیٰ میں اپنی اپنی قیام گاہوں میں یہ خطبہ سنتے تھے۔ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آج ہماری قوتِ سماع بڑھا دی گئی ہے۔

بہر حال یہ تو نبوّت کا معجزہ تھا کہ بغیر ظاہری آلات و تدبیر کے اتنا بڑا مجمع جو میلوں میں پھیلا ہوا تھا اور اپنے کاموں میں مشغول تھا، آپؐ کی آواز سن رہا تھا۔ موجودہ ریڈیو کے نظام نے اسباب کے درجہ میں اب یہ ترقی کر لی ہے کہ جہاں چاہیں اپنی آواز پہنچا دیں۔

ایک اور بنیادی عقیدہ کا حل

قدیم فلاسفہ آواز کو عرض کہتے تھے اور یہ نظریہ تھا کہ عرض وجود میں آنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ کہ انسانی آوازیں سب محفوظ ہیں اور قیامت

---

[1] مثالوں کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے۔

ہیں اللہ تعالےٰ جب چاہیں گے سنوادیں گے ضعیف الایمان لوگوں کا یہ عقیدہ متزلزل ہونے لگا تھا۔ جدید سائنس نے یہ عقدہ بھی حل کر دیا۔ کہ یہ سارے اعراض خواہ اصوات ہوں یا حرکات وجود میں آنے کے بعد سب باقی رہتی ہیں کوئی چیز فنا نہیں ہوتی۔ غرض قدیم بطلیموسی فلسفہ نے اور فیثاغورث اور ارسطو کی تحقیقات نے اسلام کے عقائد کو متزلزل کر دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حجت پوری کر دی جدید فلسفہ نے آکر اُس فلسفہ کے بہت سے نظریات و مسائل کو غلط ثابت کر دیا۔ اس طرح اسلامی عقائد کا راستہ صاف ہو گیا۔ بلکہ اس کی تصدیق و تائید ہو گئی۔ وکفی اللہ المومنین القتال۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انسان مخصوص آلات و وسائل کے ذریعے ان آوازوں کو محفوظ کرتا ہے اور رب العالمین خالق اسباب کے لئے ساری کائنات کے صفحات ریکارڈنگ کے وسائل ہیں۔ جَلَّتْ قدرتہ

عذابِ قبر کے مسئلہ کا حل اور اسکی مثال

اسلامی عقائد میں ایک مسئلہ عذاب قبر کا ہے کہ انسان پر موت طاری ہونے کے بعد اور روح جدا ہونے کے بعد تکلیف و راحت کا احساس و شعور و ادراک باقی رہ سکتا ہے۔ اس مسئلہ سے زیادہ بعید از عقل اور کوئی مسئلہ بظاہر نہ ہوگا لیکن جدید فلسفہ کی تحقیقات نے اس بعید عن القیاس مسئلہ کو بھی اتنا صاف کر دیا ہے۔ کہ عقل حیران ہے۔ مسمریزم اور علم الارواح کی تحقیقات و واقعات نے اس مشکل کے حل کا راستہ بھی نکال دیا ہے۔ ڈاکٹر فرید وجدی مصری نے اپنی کتاب "دائرۃ المعارف" (انسائیکلوپیڈیا) ص ۳۷۰ جلد ۴ میں ایک فرانسیسی ماہر مسمریزم اور اسپرچولزم کوٹیل ڈروشاس" کا (جو پیرس کے انجینئرنگ کالج کا پرنسپل تھا) ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ :۔

اس نے ایک شخص پر مسمریزم کا عمل توجہ کیا اور اتفاق سے توجہ زیادہ دے دی یہانتک کہ معمول کی حرکت وغیرہ ختم سی ہو گئی۔ جواب دینا بند ہو گیا اور اس کو بہت تشویش ہوئی کہ شاید مر گیا۔ فوراً ایک دوسرے شخص پر عمل توجہ کیا تاکہ اس کے ذریعے سابق کی حالت معلوم کر سکے۔ دوسرے معمول نے بتلایا کہ اس کی روح کچھ فاصلے پر بیٹھی ہے اور بدن سے نکل گئی آنا نہیں چاہتی وہ عامل اس کی تلاش میں رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس وقت دوسرے معمول نے کہا کہ اس وقت آپ کا ہاتھ اس کی پنڈلی پر ہے۔ کوٹیل نے ایک نشتر ہاتھ میں لے کر اس طرف ہوا میں لگایا۔ فوراً اُس معمول کی ٹانگ سے اسی جگہ سے خون نکل آیا۔ حالانکہ درمیان میں فاصلہ بھی تھا۔

اس واقعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے کتنا اہم ہے۔ کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی اس کا ایک قسم کا تعلق بدن سے رہتا ہے۔ نیز روح کے تاثر سے بدن متاثر ہوتا ہے۔ برزخی دور کے لئے اس سے واضح مثال کیا ہو سکتی ہے۔ دیکھا آپ نے کہ کس طرح ایک غامض و دقیق مسئلہ کے لئے موجودہ جدید تحقیقات سے امداد مل گئی۔ الغرض حق تعالیٰ کے وجود و صفات کمال کے لئے موجودہ سائنس اور جدید معلومات سے کافی دلائل و شواہد مل سکتے ہیں میرا مقصد جدید علم کلام سے اس قسم کی تحقیقات ہیں جن سے اسلام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ہمارے استاد حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہؒ کشمیری دیوبندی نے ایک کتاب "ضرب الخاتم علیٰ حدوث العالم" لکھی ہے۔ جس میں قدیم و جدید طبیعیات و الٰہیات سے بہت سے دلائل و براہین قائم کئے ہیں۔ لیکن وہ کتاب عربی نظم میں ہے اور بہت دقیق و مشکل ہے۔ اس میں ایک شعر اس مضمون کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کرام کو جو معجزات دیتے ہیں۔ درحقیقت وہ اس بات کی تمہید ہے۔ کہ آئندہ نسل انسانی اسباب کے درجہ میں پہنچ کر یہ ترقیات کریگی۔ گویا انبیاء کرام کے معجزات مادی و تمدنی ترقیات کا پیش خیمہ ہیں فرماتے ہیں ۔ ع

وقد قیل ان المعجزات تقدم
بما یرتقی فیہ الخلیقۃ فی مدای

عصر حاضر میں اس طرح ہم اسلام کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں!

نیز قدیم متکلمین کے بعض نظریات جو فلسفہ ارسطو کے خلاف تھے یا اشاعرہ کے بعض مسائل جو معتزلہ کے خلاف تھے آج نئی تحقیقات نے ان کی تصدیق کر دی اور ایک مستمر نزاع و جدال کا سلسلہ جو عرصہ سے جاری تھا آج مشاہدات کی روشنی میں حل ہو گیا۔ حضرت رسالت پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوائی تخت کا مسئلہ، جدید ترقیات و سائنس کے کارناموں نے اس کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ امکان کے بعد مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا قطعی ہونا ایک مومن کے لئے کافی ہے

متکلمین نے تو لکھا تھا کہ روح انسانی کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ طرح ہوتا ہے۔ (۱) بحالت جنین جبکہ شکم مادر میں ہو (۲) ولادت کے بعد بحالت بیداری (۳) بحالت نیند (۴) موت کے بعد برزخی دور میں (۵) مرنے کے بعد کی زندگی۔ جیسا کہ حافظ ابن القیم نے کتاب الروح میں اور ان کے علاوہ دیگر محققین نے لکھا ہے اس تعلق کے اثبات کے لئے بسابق فرانس کے عالم مسمریزم کے واقعہ نے بات صاف کر دی۔

کسوف شمس (سورج گرہن) کے بارے میں قدیم سے یہ سوال چلا آیا ہے کہ یہ حسابی معاملہ ہے۔ کائنات میں یہ واقعہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ جب کرۂ قمر زمین و سورج کے درمیان حائل ہوتا ہے یہ صورت نمایاں ہوتی ہے۔ اب احادیث نبویہؐ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ پریشان ہوتے تھے نماز پڑھا کرتے تھے نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے، خیرات و صدقات کا حکم دیا کرتے اور اس نازک وقت میں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتے، دعا و زاری میں مشغول ہونے کا حکم دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ لیکن جدید طبیعیات کے نظام نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ وقت نظام عالم کے لئے خطرناک وقت ہوتا ہے۔ سورج میں جاذبیت کا نظم ہے اور زمین میں بھی کشش موجود ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ چاند کا کرہ درمیان میں زمین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ الغرض یہ وقت انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ ایسے وقت پریشانی کا ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ایک فطری تقاضا ہے اور بالکل قرین عقل ہے اسی لئے نیوٹن کہتا ہے کہ کواکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ عام قوتِ جاذبہ کے فعل کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوتِ جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے اس لئے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو جو باوجود قوت جاذبہ کی عام کشش کے ان کو اپنے اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی طبعی سبب ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جس نے تمام کواکب کو کھلی فضا میں جکڑ بند کر دیا ہے کہ وہ سورج کے گرد چکر لگاتے رہیں اور معین مدارات پر ایک خاص جہت میں حرکت کریں اور کبھی اس کے خلاف نہ ہو۔ میں تو سمجھ رہا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان سائنسدانوں پر اپنی حجت پوری کر رہا ہے تاکہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکیں کہ عقل ان باتوں کو باور نہیں کر سکتی تھی اور معجزات کا دور گذر چکا تھا۔ انبیاء کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ گویا اللہ تعالےٰ نے کائنات میں اپنے علمی معجزے ان ہی سائنسدانوں کے ذریعہ دکھلائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ

اور سلطان قاہرہ کا مشاہدہ کریں۔ انکار کی مجال باقی نہ رہے۔ الغرض وقت کا ایک اہم کارنامہ یہ ہوگا کہ جدید تحقیقات و نظریات سے اسلام کے اساسی عقائد و مسائل کے لیے دلائل و شواہد فراہم کی جائیں نہ یہ کہ اسلام کے عقائد کی بیخ کنی جدید نظریات سے کی جائے۔ یا کسی سائنس دان نے کچھ کہہ دیا اس سے قبل کہ اس کی تحقیق کی جائے یا وہ پایۂ ثبوت کو پہنچے۔ اسلامی عقائد میں تحریف و تاویل و انکار کے راستے تلاش کئے جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں جن حقائق و کونیات کو بیان فرمایا ہے وہ قطعی و یقینی ہیں۔ چاہیں ہم انہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کی حقانیت کی تصدیق و تائید انسانی عقول و ادراکات سے بالاتر ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ نئی نسل جو جدید سائنس پر ایمان لاکر قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہو رہی ہے۔ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی سامان مہیا کیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے ایک کام تو یہ ہوگا کہ ادارۂ تحقیقات اسلامیہ اس انداز سے دین اسلام کی خدمت کا ارادہ کرے اور اپنے مقاصد میں اس کو شامل کرے اور تحقیقات اسلامیہ کا یہ ایک اصولی شعبہ ہوگا۔

فقہ اسلامی کی جدید تدوین[1]

دوسرا مقصد یا دوسرا شعبہ فقہ اسلامی کی تدوین جدید ہے۔ فقہ علم شریعت کا وہ علم ہے جس کا تعلق ہماری زندگی کے ہر شعبے سے ہے خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات ہوں عقود ہوں یا معاہدات ہوں، حدود ہوں یا تعزیرات ہوں، جدید تمدن و تہذیب نے زندگی کے ہر شعبے میں نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ علماء امت کے ذمہ اب یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبویہ اور احادیث نبویہ اور فقہائے امت کی مدون کردہ فقہ کی روشنی میں جدید مسائل کا حل تلاش کریں۔ عبادات سے میری مراد وہ جدید مسائل ہیں جو نماز، روزہ، حج تقریباً ہر باب میں نئے نئے سوالات کے ساتھ پیدا ہو گئے ہیں۔ نماز ایک شخص اپنے صحیح وقت میں پڑھ لیتا ہے اور جیٹ طیارے میں ایک ایسے ملک میں پہنچ جاتا ہے کہ ابھی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا۔ کیا یہ نماز دوبارہ پڑھی جائیگی یا نہیں؟ نماز کا وقت آگیا ہوائی جہاز میں سفر ہو رہا ہے جہاں ہوائی جہاز پہنچے گا یا اُترے گا نماز قضا ہو چکی ہوگی۔ یہ نماز ہوائی جہاز میں پڑھی جائے گی یا قضا کی جائے گی؟ عید کی نماز حجاز میں پڑھ لی۔ پاکستان آکر ابھی ماہ رمضان باقی ہے یا مثلاً کسی ملک میں ماہ رمضان شروع ہو چکا ہے وہاں کے حساب سے روزہ شروع ہو گیا ہے دوسرے ملک میں پہنچا جہاں دو دن بعد روزہ شروع ہوتا ہے۔ اگر سابق ملک کا اتباع کرے گا تو ۲۸ روزے رکھنے ہوں گے اور اگر آخری ملک کا اتباع کرے گا تو ۳۲ روزے رکھنے ہونگے؟ یا حج کے بارے میں مثلاً میقات سے احرام باندھنا ہوتا ہے۔ صحیح میقات کی محاذات کا تعین مشکل، اور محاذات کا مسئلہ ہوا میں مختلف مواقیت سے ہو سکتا ہے یا کوئی شخص گلوکوز کا انجکشن لیتا ہے یا اور کوئی ایسا انجکشن جس سے بھوک و پیاس ختم ہو جائے کیا یہ انجکشن مفسد صوم ہوگا یا حرام یا مکروہ یا موجب کفارہ؟ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض زندگی کے ہر شعبے میں حتیٰ کہ عبادات تک میں نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس قسم کی خدمت کے لیے ممتاز علماء دین اور صالح و متقی حضرات کی مشترکہ جدوجہد ہی سے کوئی قابل قبول و قابل اطمینان صورت نکل سکے گی! اگر نااہلوں کو یہ انتظام سونپا گیا تو یہ دین کی تخریب ہوگی نہ کہ تعمیر!

مقصد یہ نہیں کہ جدید معاشرے میں جدید[2] تمدن نے جو صورت حال پیدا کر دی ہے اس کی خواہشات کی تسکین کے لئے نصوص قطعیہ کے مفاد میں ترمیم کی جائے اور فیصلہ شدہ متفقہ مسائل پر جدید اجتہاد کے نام سے عملی جراحی شروع کی جائے۔ زنا و شراب، سود و قمار رقص و سرود، عریانی و بے حیائی وغیرہ وغیرہ کے لئے نصوص قطعیہ میں تحریف کر کے دین اسلام کے مسخ کرنے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ اسلام تو ایک کامل ترین نظام زندگی ہے جو اپنے خاص اصول پر ایک معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں اللہ و رسول کی اطاعت اس کا سرمایۂ سعادت و نجات ہو، آخرت پر اس کا ایمان ہو۔ حرص و بخل، رذالت و بے حیائی سے پاک ہو خدائے تعالےٰ سے ایسا تعلق ہو کہ مخلوق خدا پر رحم کرے۔ ایک مسلمان کی جان اور اسکا مال آبرو اس سے محفوظ ہو —— جدید خدا فراموش تمدن کے ہاتھوں اور آبرو باختہ انسانوں کے قوانین کے ذریعہ جو مہلک نظام وجود میں آچکا ہے اگر آپ چاہیں کہ ان دونوں بالکل متضاد نظاموں میں کوئی درمیانی راستہ نکالیں تو ع

این خیال است و محال است و جنوں

سابق شعبہ جس کا تعلق ایمانیات و اصولِ دین سے ہوگا اس شعبہ کا یہ فرض ہوگا کہ اسلام کی حقانیت کے عقلی دلائل و براہین سے اسلام کی برتری ثابت کرے اور نظام اسلام کے صالح ثمرات سے دنیا کو آگاہ کرے اور جدید مہلک نظام کے تباہ کن اثرات کو دنیا پر واضح کرے صحیح پاؤں کے لئے ایک قالب یا ایک سانچہ جو بنایا گیا اگر ٹیڑھا پاؤں اس میں فٹ نہ ہو تو سانچہ کا کیا قصور، آپ چاہیں کہ ماڈرن اسلام کا کوئی نسخہ ایسا تجویز کرلیں کہ خواہشاتِ نفس کا جدید نظام اس میں سما جائے تو اسلام کے ساتھ اس سے بڑھ کر دشمنی کیا ہوگی؟

الغرض جدید تدوین سے میری مراد یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل دین و مذہب ہے جس میں نسل انسانی کے فطری صحیح تقاضوں کو پورا کیا گیا ہے۔ اگر فقہ اسلامی کے اجتہادی قوانین جن کا تعلق مخصوص عہد کے عرف سے ہو اور قرآن و سنت کی رہنمائی وہاں نہ ہو یا ایسے مسائل ہوں کہ نسل انسانی بغیر اُن کے زندہ نہ رہ سکے۔ اور سابق فقہ میں اس کا فیصلہ نہ ہوا ہو تو قرآن و سنت کے اصول کے پیش نظر اور فقہ اسلامی کی روح کی روشنی میں آپ فیصلہ کریں۔ اور اس کا حل ڈھونڈ نکالیں۔ مثلاً تجارت و خرید و فروخت اجتماعی زندگی کے لئے ایسا ضروری شعبہ ہے کہ کوئی حکومت یا دولت بغیر اس کے چل نہیں سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ آج کے دور میں کوئی ملک دنیا کے ملکوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا ہے درآمد و برآمد کے بغیر کوئی ملک زندہ نہیں رہ سکتا۔ باہر کی دنیا میں غیر اسلامی زندگی رائج ہے جس کی بنیاد سود اور بیمہ پر ہے نیز بلا بینک کا کوئی نظام آج کل نہیں چل سکتا ہے تو ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ایسا نظام تجارت سوچیں اور ایسا بینک قائم کریں کہ جو بغیر سود کے چل سکے چاہے وہ مضاربت کے اصول پر ہو یا شرکت کے قانون پر ہو۔ نہ یہ کہ ہم یہ انداز فکر اختیار کریں کہ بینکنگ کے سود کو جائز ٹھیرائیں کہ یہ وہ سود نہیں جس کو اسلام نے حرام کیا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ درحقیقت بینک کا سود ہی وہ بڑی لعنت ہے جس پر سرمایہ داری کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ اور یہی لعنت ہے جو اپنے ردعمل کے طور پر اشتمالیت و اشتراکیت کا سبب

[1] حضرت مولانا کی تین تحریریں اس موضوع سے متعلق اور قابل دید ہیں ملاحظہ ہوں "بینات" ج ۲ کے شمارہ ۳، ۴، ۵ میں زیر عنوان فکر و نظر۔ غ۔ م

[2] جیسا کہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور سے رقص و سرود اور مردوں کیلئے سونے اور ریشم کے استعمال کے جواز پر قرآنی مفاہیم کو مسخ کر کے کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ (غ۔ م)

بن رہی ہے۔ کیپٹل ازم ہی کے رد عمل سے دنیا میں کیمونزم کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ دنیا میں یہ طبقاتی تفاوت کہ ایک انسان نان شبینہ کے لئے محتاج رہے۔ اور دوسرا کروڑوں کا مالک بن بیٹھے۔ اس کا منشا سودی کاروبار نہیں تو اور کیا ہے؟ سرمایہ داریت میں فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کا جذبہ یکسر ختم ہو جاتا اور سود خوار کے دل میں بیرحمی و قساوت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانی اخلاق کی جگہ بہیمانہ زندگی جنم لیتی ہے اس کی وجہ سے پوری قوم اور ملک و ملت کے سرمایہ و دولت پر چند سرمایہ داروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اتنا شدید اعلان فرمایا کہ اگر تم سود کو نہ چھوڑو گے تو تم سے اللہ اور رسول کا اعلان جنگ کرتے ہیں۔ گویا سود خوار قوم جہاد کی سزاوار بن جاتی ہے۔ سود خوار اور سرمایہ دار کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ دو حریص ایسے ہیں۔ کہ ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ علم کا حریص اور مال کا حریص۔ آج اگر قرض حسنہ کی بنیاد پر معاشرہ کی تشکیل ہو اور سودی نظام کو ختم کیا جائے۔ تو کیمونزم و اشتمالیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

الغرض جدید تدوین فقہ میں اس پر غور کرنا ہو گا کہ موجودہ نظام تجارت کو سود سے کیسے پاک کیا جائے نہ یہ کہ سود ہی کو جائز کیا جائے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ دنیا کے سارے مادی نظام کی بنیاد روحانی نظام پر قائم ہو جس میں اخلاق اور انسانی ہمدردی کی روح کار فرما ہو۔ اگر روحانی رابطہ اس مادی نظام سے کٹ گیا تو سراسر فساد پیدا ہو گا۔ لہذا

اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے دو بنیادی مقاصد ہونے چاہئیں۔ دین اسلام کے اصولی نظام کی حفاظت اور فروعی نظام کی جدید تشکیل۔ ہر مقصد کے لئے صحیح موزوں افراد کا انتخاب کرنا ہو گا۔ ورنہ نااہلوں کو کام سپرد کرنے کے نتائج ظاہر ہیں۔ مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ میں جس طرح قدیم و جدید علماء کے اشتراک عمل سے کام ہو رہا ہے ہم کو بھی اسی انداز سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہمارے ملک میں دینی تعلیمات سے بالکل بے خبر رہتا ہے۔ اس لئے کہ ہماری تعلیم کی بنیاد دین پر نہیں۔ مصر و شام، ان بلاد میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ آٹھ سال تک جس تعلیم سے بہرہ ور ہوتا ہے اس کی بنیاد دین اسلام پر ہے۔ اس لئے وہ دینی معلومات اور اسلامی تعلیمات سے بڑی حد تک باخبر رہتا ہے۔ آئندہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جا کر البتہ کسی شعبے کو اختیار کر لینا ہے لیکن دینی معلومات سے بقدر ضرورت واقفیت ہوتی ہے۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں اب تک جو نظام تعلیم رائج ہے وہ بالکل اس سے مختلف ہے اس لئے ہمارے قدیم طرز کے علماء، اور جدید تعلیم یافتہ حضرات میں قدر مشترک مفقود ہے۔ جس کی وجہ سے اختلاف کی خلیج زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔ بہر حال ہمارے ملک میں بڑی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کی جدید تدوین کے ذریعہ جو قرآن و سنت اور حضرت حق جل ذکرہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق سلف صالحین کے موروثہ اثاثہ کی روشنی میں کی جائے۔ جدید پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کر کے فیصلہ کر دینا چاہئیے تاکہ دین اسلام کا مضبوط اور حسین و جمیل قلعہ قیامت تک اعداء اور اغیار کے حملوں سے محفوظ رہے۔ مشکل سب سے بڑی یہ ہے۔ کہ ہم یورپ کے جدید معاشی و اقتصادی نظام اور معاشرتی نظام کو پہلے ہی سے اپنا لیتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ جوں کا توں یہ پورا نظام اسلام کے اندر فٹ ہو جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے اس لئے کہ جس معاشرے کی بنیاد ہی نہ عفت ہو نہ عصمت ہو نہ حیا ہو، نہ حلال و حرام کی تمیز ہو، مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط ہو۔ کلبوں اور سینماؤں کی دنیا ہو۔ شراب و قمار کا مشغلہ زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہو۔ سودی کاروبار تجارت کا جزو ہو۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے اس قانون سے کیا جوڑ لگ سکتا ہے جہاں حیا کو ایمان کا جزء بتلایا گیا ہو۔ غض بصر کا حکم ہو۔ شہوانی زندگی پر پابندی ہو۔ زنا و شراب پر دُرے لگنے کا حکم ہو یا سنگسار کرنے کا قانون ہو۔ پردہ اور حجاب کا آرڈر ہو۔ مرد و عورت کے اختلاط کی ممانعت ہو شہوت کی نگاہ کو مسموم تیر سے تشبیہ دی گئی ہو۔ الغرض جس معاشرے کے کمالات و تمدن کے طریقے وہاں جرائم ہوں۔ تعزیرات و حدود اس پر لگائے گئے ہوں۔ دونوں میں کیسے مصالحت ہو سکتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی اس آخری نعمت دین اسلام کے صالح نظام کی حفاظت جو امت کے ذمہ فرض ہے۔ اگر آپ کا ادارہ جس کو مالی و مادی ہر طرح کے وسائل حاصل ہیں یہ خدمت انجام دے سکے تو دنیا میں بھی اس کی عزت ہو گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کی خلعت سے سرفرازی ہو گی۔ نیز اس کی ضرورت ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلام موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح کے لئے بھی قدم اٹھائے اور میٹرک تک تعلیمی نظام میں تعلیمات اسلام کا اتنا حصہ آ جائے کہ اگر آگے چل کر تعلیم دین نہ حاصل کر سکے تو جب بھی سچا و پکا مسلمان رہ سکے۔ اس ادارہ کے ڈائرکٹر کا پہلا فرض یہ ہے کہ صحیح مقاصد متعین کرنے کے بعد ادارے میں صالح و متقی باکمال اشخاص و افراد کا تقرر کرے جن میں ان مقاصد کی تکمیل کی پوری اہلیت اور جذبہ ہو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کرم فرما حکومت نے ایک اعلیٰ ترین خدمت اور اونچے منصب کے لئے "مشاورتی کونسل" قائم کر دی۔ لیکن جن افراد کا انتخاب اس میں کیا گیا ہے۔ ان میں کے اکثر اس کی اہلیت سے عاری ہیں بلکہ بعض تو وہ افراد ہیں کہ اسلامی نظام کے ساتھ ان کا علاقہ و رابطہ وہی ہے۔ جو مستشرقین اعداء اسلام کا اسلام کے ساتھ ہے موجودہ وقت کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ارباب حکومت اور علماء امت میں کوئی رابطہ نہیں ہے بلکہ جانبین میں بے اعتمادی بلکہ بداعتمادی کے خیالات جاگزین ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلام کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئیے۔ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے نہ یہ کہ اس کی پرورش ہوتی رہے۔

آج دنیا اسلام کے محاسن سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ لیکن مسلمان اس نعمت سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔ یورپ والے اسلام کی ظاہری خوبیوں کی بدولت دنیا کی عزت و وجاہت سے متمتع ہو رہے ہیں۔ راست بازی۔ راست گوئی۔ معاملات کی صفائی اجتماعی روح انسانی ہمدردی وغیرہ وغیرہ جو اسلام کی تعلیمات تھیں آج دنیا کی حیثیت سے یورپ والے اپنا رہے ہیں۔ اگر مسلمان اسلامی روح و جوہر کے ساتھ ان پر عمل کریں تو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ان کے ہمکنار ہو گی۔ مسلمان ان باتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور آخرت کے تصور سے عمل کرتا ہے غیر مسلم صرف دنیا کی حیثیت سے عمل کرتا ہے ظاہری صورت اگرچہ ملتی جلتی ہے لیکن حقیقت میں بڑا فرق ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

لا یبقیٰ بیت وبر ولا مدر الا ادخلہ اللہ الاسلام بعز عزیز و ذل ذلیل۔ یعنی کوئی آبادی متمدن و غیر متمدن ایسی نہیں رہے گی جہاں اسلام نہ پہنچے خواہ لوگ چاہیں یا نہ چاہیں ہمارے حضرت شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں کو دیکھ کر دنیا کے مذاہب اپنے اپنے مذاہب کی اصلاح پر مجبور ہوں گے اور اسلام کے بہت سے محاسن اپنا لیں گے

(باقی ص ۱۶ پر)

خطبہ جمعہ ۱۱ر جمادی الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۸ر ستمبر ۱۹۶۴ء

ایک مسلمان کا مال

ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے!

رشوت لینے والے کے دونوں جہان برباد ہوں گے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم:-

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(پ ۲ البقرۃ آیت ۱۸۸)

ترجمہ:- اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر مت کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ - حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاشیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

اور مالِ حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغا بازی یا رشوت۔

حاصل

اور نچوڑ اس آیت کا یہ ہے - کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ تم رمضان کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کردو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے۔ کہ تم ہمیشہ کے لئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دو۔ کبھی دھوکے فریب، خیانت، ظلم زیادتی، بے انصافی سے کسی کا مال حاصل نہ کرو رشوت اور ناجائز تحفے وصول کرنا حرام ہے

بزرگانِ محترم!

قرآن عزیز نے جہاں حقوق اللہ کی تعلیم دی ہے - وہیں حقوق العباد کو بھی پوری طرح ادا کرنے پر زور دیا ہے - وہ صاف الفاظ میں کہتا ہے - کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کرکے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہئے لوٹ مار کرنا، قمار بازی میں الجھنا، دھوکے، فریب، چالبازی اور دیگر باطل طریق سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کردینا چاہئے۔ ایسے ہی گانے بجانے کی اجرت، شراب کا کاروبار مثلاً شراب کا بنانا اور خرید و فروخت وغیرہ، رشوت لینا، جھوٹی گواہی دینا، امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا ناحق مال کھانا باطل طریقے ہیں جو چھوڑنے چاہئیں۔

یاد رکھو

اس کا فیصلہ تمہارے اپنے ضمیر پر ہے - ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرے۔ اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے۔ اعمال کے حساب کا ڈر اپنے اندر رکھے اور ہر معاملہ دیانت اور امانت کے ساتھ کرے تاکہ آخرت کے دن اُسے ذلیل و رسوا نہ ہونا پڑے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

حدیث شریف میں آتا ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ اگر میرے پاس مقدمہ آتا ہے مدعی چرب بیانی سے دعویٰ ثابت کر دیتا ہے۔ حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے - میں اس بیان کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ سمجھ لے - کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے

دو باتیں

ناحق مال کو آگ بیان کرنے کے بعد قرآن عزیز نے اسی آیت کریمہ میں عدل و انصاف کو برقرار رکھنے اور لوگوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر دو باتوں پر خاص زور دیا ہے۔ ایک یہ کہ نذرانے، ڈالیاں، دعوتیں اور رشوت کے دوسرے تمام ایسے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر ڈالنا اور ان سے رسوخ پیدا کرنا مقصود ہو ناجائز ہے۔ کیونکہ اس طرح حاکم جانبدار ہو سکتے ہیں - انصاف کی ترازو ٹیڑھی ہو جاتی ہے، عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتی ہے، ظلم اور حق تلفی عام ہو جاتی ہے جھوٹے دعوے، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیاں، جھوٹے حلف نامے اور حق بات سے کترانا عام ہو جاتا ہے اس طرح بدعنوانیاں پھیلتی ہے اور قتل و خون زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ان سب سے بچنے کے لئے یہ قانون بنا دیا گیا کہ حاکموں کو غیر جانبداری عدل پرست اور حق کا طرفدار رکھنے کیلئے ضروری ہے - کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ہر معاملے اور لین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے - اور بُرائی پر ملامت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت اور عادل سے عادل حاکم کے فیصلے بہرحال مقدمہ کی صورتِ حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہی ہوں گے - اور ان میں غلطی اور لغزش ممکن ہے لہذا کسی حاکم اور قاضی کے فیصلہ کے باوجود اصل مجرم ہر حال میں مجرم ہی رہے گا اور انسان کا ضمیر اسے دھوکہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی خدا دھوکہ کھا سکتا ہے۔

تین شخصوں پر لعنت

عن عبد اللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ و رواہ ترمذی عن ابوھریرہ ورواہ احمد البیھقی فی شعب الایمان عن ثوبان وَزاد والرَّائش یعنی الذی یَمْشِیْ بینھما۔

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے - اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس حدیث کو ثوبان رضؓ سے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے یہ لفظ زیادہ نقل کیا ہے - اور رائش پر بھی لعنت ہے - رائش وہ شخص ہے - جو رشوت دینے والے اور لینے والے کے درمیان دلال ہے یعنی دونوں کے درمیان کمی بیشی کرکے سمجھوتہ کرادے

نتیجہ

اس حدیث سے یہ نکلا کہ رشوت دینے والے رشوت لینے والے اور دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے والے تینوں پر لعنت ہے - فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ خدا کی بھی لعنت

ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جو کچھ بھی بولتے ہیں۔ وہ خدا ہی کے حکم سے بولتے ہیں اپنی مرضی سے نہیں بولتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (پ ۲۷ النجم آیت ۳ و ۴)

ترجمہ۔ اور نہ وہ (نبی) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے

پس ظاہر ہوا کہ رشوت کے سلسلے میں جن تین شخصوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ وہ لعنت اللہ جل شانہٗ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

رشوت لینے والے کے دونوں جہان برباد ہوں گے

اندازہ فرمایئے جس شخص پر خدا اور رسول کی لعنت ہوگی وہ کیونکر دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوسکتا ہے۔ اُس کے دونوں جہان ہی برباد ہونگے رشوت لینے والا تو کسی حال میں بری الذمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ رشوت دینے والے اس کو ظالم اور حرام خور سمجھ کر رشوت دیں گے۔ دنیا کی نظروں میں ذلیل ہوگا۔ لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھینگے اور حرام کے مال میں برکت بھی نہیں ہوگی اگر دنیا کے ٹھاٹھ باٹھ بظاہر اسے میسّر آ بھی جائیں۔ تو اسے اطمینان قلب نصیب نہیں ہوگا۔ روپیہ بیماری، جھگڑوں اور اس قسم کے دوسرے کاموں میں صرف ہوجائے گا۔ دنیا میں تو اس کی حالت ہوگی اور آخرت کے سلسلہ میں اس کی کیفیت یہ ہوگی۔ کہ چونکہ حرام خوری کے باعث اس کے گوشت پوست خون اور ہڈیوں میں حرام کی آمیزش ہوگی۔ نتیجتًا اللہ کے دربار میں حاضری کی توفیق نہ ہوگی، حرامخوری کے باعث اسے نیکی سے نفرت اور بُرائی سے محبت ہوگی۔ ہر ایسا کام کرے گا۔ جس سے بارگاہ الٰہی میں مردود ہوتا جائے اور اس طرح بالآخر جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ اللھم لا تجعلنا منھم غرض حرام خوری کے باعث جو لعنت اس پر پڑی تھی وہ کئی اور لعنتیں اس کے علاوہ اپنے سر لے گا۔ اُس کی قبر اس کے نتیجے میں جہنم کا گڑھا بنے گی۔ قیامت کے روز پچاس ہزار سالہ دن کے یہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور اس کے بعد جہنم کی خوراک بن جائیگا

البتہ

اگر اللہ تعالےٰ کا فضل اس شخص کے شامل حال ہو جائے۔ اور یہ اسی دنیا میں صدقِ دل سے توبہ کرلے پھر انشاء اللہ مذکورۃ الصدر سارا نقشہ بدل جائیگا

مسئلہ

اگر کوئی شخص کسی کا حق نہ چھننا چاہے۔ اور اپنے لئے کوئی ناحق چیز نہ لینا چاہے۔ بلکہ محض اپنے جائز حق لینے کے لئے کوئی ظالم افسر کو کچھ دے دے جب کہ اس ظالم افسر سے یہ خطرہ ہو کہ اگر اسے کچھ نہ دیا گیا۔ تو میری حق تلفی کردے گا تو یہ دینے والے کے لئے رشوت نہیں ہے اور اس حالت میں دینے والے پر کوئی جرم نہیں ہوگا مگر وہ ظالم افسر جس نے رشوت لی ہے ضرور مجرم ہوگا۔ اور عند اللہ اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوگا اور حرام خور بھی خیال کیا جائے گا۔

رشوت کا اثر گھر والوں پر

رشوت لینے والا جب اپنی بیوی اور بچوں کو رشوت کھلائے گا۔ تو اس کے گھر والوں کے گوشت پوست ہڈیوں اور خون میں بھی حرام کی آمیزش ہو جائے گی۔ اس قسم کے لوگوں کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا۔ لیکن اگر ان میں ایمان ہوگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکال دیے جائیں گے۔ اور جنت میں لائے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی واضح ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

(رواہ احمد و دارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ وہ گوشت بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو حرام کے مال سے بنا ہو۔ دوزخ اس گوشت کا زیادہ مستحق ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ وما علینا الا البلاغ۔

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مُصطفےٰ
دیکھے کہ جبرئیلؑ ہے دربانِ مُصطفےٰ

لطفِ خدائے پاک کی تصویر کھنچ گئی
پھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مُصطفےٰ

پھیلا ہوا ہے اسود و احمر کیواسطے
صحنِ عرب میں تا بہ عجم خوانِ مُصطفےٰ

رکھے وہ یاد خُسرو پرویز کا مآل
پہنچا ہو جس کے ہاتھ میں فرمانِ مُصطفےٰ

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مُصطفےٰ

لائے نہ کیوں نہ نغمہ ملائک کو وجد میں
گاتا ہے جس کو بلبلِ بُستانِ مُصطفےٰ

اسلام کا زمانہ میں سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مُصطفےٰ

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۴ سے آگے

اس کو راضی کر سکیں۔ یہ شخص خود بھی قرآن دان نہ تھا۔ اس لئے اس سے کہنے لگا کہ کلام اللہ کا مطلب تو مجھے بھی نہیں آتا۔ لیکن گڈریا کی بات اس کے دل میں بیٹھ گئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اسی دن سے اس نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔ اس غرض کے لئے وہ مولینا عبداللہ صاحب لغاری کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے جب پوچھا کہ اس عمر میں تمہیں پڑھنے کا شوق کیسے پیدا ہوا تو اس نے سارا واقعہ عرض کیا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول کے معنی ہیں قاصد۔ قاصد دنیا میں کروڑوں لیکن اللہ کے قاصد صرف ایک حضورؐ ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے ہر قوم اور ہر خطہ کے لئے انبیاءؑ مبعوث ہوتے رہے۔ لیکن اس وقت رسول اللہؐ کے الفاظ سنتے ہی ذہن صرف حضورؐ کی طرف متوجہ ہوتا ہے

۳۔ بیت اللہ۔ بیت کے معنی ہیں گھر۔ گھر دنیا میں لاکھوں ہیں بلکہ کروڑوں۔ مگر اللہ کا گھر صرف خانہ کعبہ ہے۔

۴۔ الصلوٰۃ (نماز) نماز میں اللہ کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اس کی ساری ہیئت کذائی میں معبود حقیقی ہی کی یاد ہے۔

اوصی نفسی اولاً وایاکم بعدہ۔ (پہلے میں اپنے آپ کو اور پھر آپ کو وصیت کرتا ہوں)، اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز باقاعدہ ادا کریں۔ تلاوت قرآن مجید میں ناغہ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ہمیشہ اتباع کریں۔ اگر اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے تو بیت اللہ کا حج بھی کریں۔ یہ متعلقات محبوب حقیقی ہیں۔ اور ان سے محبت دل کے تقوے کا پتہ دیتی ہے (فانھا من تقوی القلوب) ہر شخص اپنے متعلق خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے متعلقات سے کتنی محبت ہے۔ قرآن مجید تو سب پڑھے ہوئے ہیں لیکن کیا اس سے تقوے پیدا ہوا۔ اکثریت اس امتحان میں ناکامیاب ہے کیونکہ صحبت نصیب نہیں۔ نفس، بیوی، اولاد اور برادری اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرا لیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے بیوی اور اولاد کے متعلق فرمایا۔

یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے بچو۔

جو اس امتحان میں کامیاب ہونے والے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(سورۃ حٰمٓ سجدہ۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۴)

ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے (ایک دفعہ) کہا کہ ہمارا رب پروردگار اللہ تعالےٰ ہے۔ پھر اس پر ڈٹ گئے (موت کے وقت) ان کے پاس فرشتے آتے ہیں (یہ پیغام لے کر کہ) ڈرومت اور غم نہ کھاؤ اور وہ اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔

۳۔ تیسری علامت ہے کہ شعائر اللہ کے متوسلین یعنی اللہ والوں سے محبت ہو۔ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

ترجمہ:۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں پابند رکھ جو صبح شام یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اس کی رضا کے طالب ہیں اگر ان سے آپ نے نظر ہٹائی تو یہی سمجھا جائیگا آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں ——

واصبر امر کا صیغہ ہے۔ ہمیں ان اللہ والوں کی صحبت میں نشست و برخاست رکھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد نہ جائدادیں بنانا ہے نہ گریڈ اور عہدے بڑھانا۔ نہ سیٹھ بننا اور نہ زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانا ہے ان کو اللہ کی رضا کے سوا کوئی چیز محبوب نہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان اللہ کے بندوں سے نظر ہٹا کر دوسری طرف نہ دیکھنا۔

بعض مرد اور عورتیں شریعت کے اتباع سے بچنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو دنیا کے کتے ہوتے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کتوں اور کتیوں کے لئے نہیں بھیجا۔ یہ تو انسانوں کے لئے ہے ہم نے اگر اپنے آپ کو کتا کہہ دیا تو کیا اللہ تعالےٰ معاف کر دے گا؟ قرآن انسان بناتا ہے۔ آپ میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کو اللہ اور رسول اللہؐ کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں۔ میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو تو بعض عالم بھی گنگا رام کی طرح ساری کفر کی رسمیں ادا کرتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا نام آئے اور اثر نہ ہو اگر اثر نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دل پر نہیں پڑتا۔

میں دنیادار سے کہا کرتا ہوں کہ تمہیں انسانوں کو پرکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرے ہاں کوئی آئے میں خوش ہوتا ہوں کہ میری ہی باتیں سن کر جائے گا۔ میرے درس میں بعض ہندو بھی آتے تھے۔ شیعہ بھی آتے رہے ہیں۔ اہل قرآن کے امام مولوی حشمت علی صاحب سالہا سال تک میرے درس میں آتے رہے ہیں میں نے الحمد کی الف سے والناس کی س تک سارا قرآن ان کو سنایا۔ آپ چھان بان کرتے ہیں۔

آپ کو اللہ والوں کی بھی جانچ پڑتال کرنی چاہئے کہ کون کھوٹا ہے اور کون کھرا۔ کھرا وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام ہو۔ زبان سے تو سب یہی کہتے ہیں کہ ہم کھرے ہیں۔ میں تو آپ سے ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ اس کو بھی اللہ کے سپرد کیجئے۔ اللہ سے دعا کیا کیجئے کہ اے اللہ! جو کھرا ہے ہمیں اس کے ہاں پہنچا تاکہ قیامت کے دن تو ہم سے یہ سوال نہ کرے کہ تم فلاں جگہ کیوں گئے تھے؟

ہر عالم اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ اکثریت کھوٹوں کی ہے۔ اگر ایک لاکھ مسلمانوں میں سے ایک بھی کھرا عالم ہوتا تو لاہور میں ۱۷ ہونے چاہئیں تھے۔ کھرا وہ ہے جو یہ کہے کہ خدا واسطے درس قرآن دوں گا۔ تم کچھ دو گے بھی تو نہیں لوں گا۔

وما اسئلکم علیہ من اجرٍ ان اجری الا علی اللہ رب العلمین

اسی قسم کے عالم ہی حق کہہ سکتے ہیں۔

نعم الامیر علی باب الفقیر
بئس الفقیر علی باب الامیر

اللہ تعالیٰ کا نام اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر سیکھنا پڑتا ہے۔ استخارہ میں ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے۔ لیکن طبیعت کا میلان ایک طرف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں طبیعت کا میلان ذکر الٰہی کی طرف ہو جاتا ہے۔

جمعہ۔ درس یا اس مجلس میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وما علینا الا البلاغ

بقیہ: اہل اللہ اور ان کی صحبت

ایسے دلوں میں اہل اللہ کی محبت اور صحبت کوئی اثر نہیں کرتی۔

طریق کار

جہاں تک ہو سکے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو صبح و شام اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اور ہر شعبہ حیات میں اس کی رضا کو مدنظر رکھتے ہیں ان حضرات کے دل حق تعالےٰ کے نور سے روشن ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے سے نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے، تو ظلمت بھاگ جاتی ہے۔ بلا ضرورت مصلحت دینی اغنیاء کی صحبت سے پرہیز کریں۔ صوفیان جاہل۔ عابدان ریاکار اور علماء زاہدان خشک سے بچتے رہیں۔ یاد رکھو اگر کوئی ہوا میں اڑتا نظر آئے اور لاکھوں مرید اپنے پیچھے لگائے ہوئے ہو لیکن سُنت نبوی کا مخالف ہو تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی ناجائز ہے اور اس کی بیعت کرنا حرام ہے اگر کوئی کر چکا ہو تو اس کا توڑنا فرض عین ہے۔ جو خود شریعت کا پابند نہ ہو وہ دوسروں کو شریعت کا پابند کیسے بنائے گا۔ جس کے اپنے عقائد و اخلاق اور اعمال اچھے نہ ہوں تو وہ دوسروں کی اصلاح کیا کرے گا جو خود بیمار ہو وہ دوسروں کا علاج کیا کرے گا۔ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔

اگر اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو سکے تو پھر ان کے ملفوظات وغیرہ کا مسلسل مطالعہ برائے اصلاح و استفادہ ضروری ہے۔ یہ نہ صرف دین کے فہم و بصیرت کے لیے ضروری ہے بلکہ اس سے اہل اللہ کا ایمان و عمل ہمارے اندر منتقل ہوتا ہے۔ اور قالب سے تجاوز کر کے قلب اور روح میں تجاوز کر جاتا ہے۔ لیکن اس مطالعہ میں نیت صرف دینی و باطنی اصلاح کی ہو۔ علمی و ادبی تحقیق و تنقید کی نہ ہو ان کو پڑھ کر اپنی غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا چاہیئے اور نفس دین کے متعلق جو بدگمانیاں دل میں پیدا ہو چکی ہوں۔ اُن کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ اپنی اصلاح ہو جائے۔

بقیہ: مصیبتوں اور ذلّتوں کا واحد علاج

اسلام کے تمام احکامات پورے نظام و آئین کو اپنانے سے مسلمان بنتا ہے اور جب واقعی مسلمان بنتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کے غلبۂ و عُلو کو نہیں روک سکتی۔ بدقسمتی سے ہم چند نمازوں، چند عبادتوں، چند سجدوں کے عوض فلاح دارین چاہتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے جو نسخہ دسیوں دواؤں پر مشتمل ہے۔ اس میں سے صرف ایک یا چند دوائیں کھا کر کیوں کر صحتیاب ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات احمق سے احمق آدمی بھی جانتا ہے کہ نسخہ کو پورا ہی استعمال کرنا چاہئے۔ صرف ایک دو دوا فائدہ کے بجائے نقصان پہنچا سکتی ہے۔

پس جان لیجئے کہ آپ کی مصیبتوں اور ذلّتوں کا واحد علاج صرف اسلام ہے۔ خالص اور بے میل اسلام۔ وما علینا الا البلاغ۔

— خُدّامُ الدّینُ —
خود پڑھیں اور اپنے احباب کو پڑھنے کی دعوت دیں

تمنّائے دُعا

حضرت قاری محمّد طیّب صاحب مدظلہ العالی کچھ عرصہ سے درد گردہ میں مبتلا ہیں۔ قارئین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ حضرت قاری صاحب کے لئے خلوص دل سے دعا کریں کہ شافیِ حقیقی انہیں جلد ایسی شفا دیں کہ بیماری کا اثر باقی نہ رہے۔ آمین!

ادارۂ خدام الدین لاہور

منی آرڈر ارسال فرماتے وقت چِٹ نمبر کے علاوہ مکمل پتہ ضرور تحریر فرمایا کریں۔ نیز عرض ہے کہ چِٹ پر سرخ نشان چندہ کے ختم ہونے کی علامت ہے

پروگرام حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب

۲۹ ستمبر کو واپسی براستہ کمالیہ
۳۰ ستمبر جامعہ کریمیہ کمالیہ
یکم اکتوبر کو لاہور پہنچ جائیں گے
حاجی بشیر احمد

فاروقؓ کو مانگا تھا محمدؐ نے خدا سے

ماسٹر سالاری پانی پتی ۔ چنیوٹ

محمدؐ کا دامن کوئی معمولی دامن نہ تھا۔ جو اس میں آیا نہال ہوا۔ جو اس سے بھاگا کہیں کا نہ رہا۔ ابوبکرؓ آئے تو صدیق کہلائے۔ عمرؓ آئے تو فاروق کہلائے۔ بہر حال حضرت عمرؓ کا اسلام لانا تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام سرزمین عرب پر آچکا تھا۔ مگر تھا کچھ دبا دبا۔ ڈرا ڈرا اور سہما سہما۔ نہ کھل کر لا الٰہ ... کہا جا سکتا تھا اور نہ قرآن پڑھا جا سکتا تھا۔ کفر کا زور تھا۔ ہر سو باطل کا شور تھا۔ اعلان کلمۃ الحق کی پاداش میں سرتن سے جدا کر دئیے جاتے تھے۔ چند مسلمان تھے اور وہ بھی ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے۔ کفر کی فضائیں شباب پر تھیں۔ پیغمبرِ اسلامؐ کو ٹھکانے لگانے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ عمرؓ بہادر، بے حد جری اور نڈر لیڈر اُٹھے اور قوم کے سامنے اعلان کیا کہ وہ پیغمبر اسلام کا سر لے کر چین لیں گے۔ مگر "جس کو خدا رکھے اُس کو کون چکھے"۔

دنیا نے دیکھا کہ عمرؓ کی وہ تلوار جو محمدؐ کا سر کاٹنے کے لئے گھر سے نکلی تھی۔ خود عمرؓ کی گردن میں حمائل ہو کر سرنگوں اور اقرارِ معصیت سے شرمسار ہوئی۔

کس طرح ... ؟ رات کا پچھلا پہر تھا۔ فضا ساکت اور جامد تھی۔ دنیا محو خواب تھی۔ اپنے اور پرائے سو رہے تھے۔ محمدؐ اٹھے۔ رات کی تاریکی میں اٹھے۔ اضطرار اور تڑپ کے ساتھ اُٹھے۔ دونوں ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا دئے اور رو رو کر کہا۔

اے خدا سنتا ہے دل کی بات تُو
مدعا دیتا ہے ہاتھوں ہاتھ تُو

اے دلوں کے مالک! الٰہی باوقار شخصیت دے جو تیرے نبی کی عظمت کو اور وقار کو بلند کر دے۔

گلشن اسلام میں مہک اور کشت اسلام میں لہک پیدا کر دے۔ کفر کی گھٹائیں چھانٹ دے اور مظلوم اسلام کی کھیتی کو سرسبز فرما۔ ندا آئی:

"ہم نے تیری دعا سن لی"

عمر کفر کی لہروں میں رقصاں ہے۔ خدا کے باغیوں میں صف اوّل میں کھڑا ہے۔ ہیبت سے زمانہ کانپ رہا ہے۔ ہاتھ میں تلوار ہے۔ قوم کے فیصلے کے مطابق محمدؐ کا سرتن سے جدا کرنے کے لئے گھر سے چلا ہے۔ راستے میں معلوم ہوا کہ بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ غصہ کا پارہ چڑھ گیا۔ عمر کا رخ محمدؐ کے در سے ہٹ کر بہن کے گھر کی طرف پھر گیا۔ گھر پہنچے۔ تو سورۂ طٰہٰ پڑھی جا رہی تھی۔ عمر نے سنی اور سن کر دستک دی اور کہا۔ "کھٹکھٹاتا ہوں تری چوکھٹ کو میں"۔ یہ سننا تھا کہ بہن اور بہنوئی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ دروازہ کھولا تو عمر اندر تھے۔ اور ظلم کے بازو متحرک۔ بہن نے روتے ہوئے کہا ؎

جس طرح پھول کی آغوش میں پلتی ہے شبنم
میری آنکھوں میں وہ پلتے ہیں نظر کی صورت

بہنوئی نے ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

"محمدؐ کو نہ چھوڑوں گا محمدؐ ہے میرا مولا"۔ یہ سننا تھا کہ عمر کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ بے اختیار چیخیں نکل پڑیں۔ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور کہتے تھے۔

"ہائے یہ کیا ہوا۔ ہائے یہ کیا کیا"

بہن مجھے معاف کر اور اسی دروازے پر لے جا جس کی غلامی سے تجھے یہ ایمان کی قوت ملی ہے۔ عمر چلے اور گردن میں تلوار ڈال کر چلے۔ آپ کے صحابیوں نے دیکھا تو لرز گئے۔ عرض کیا "حضور! عمر تلوار لئے آ رہا ہے"۔ فرمایا۔

"آنے دو۔ دروازہ کھول دو"۔

آپ نے عمر کی طرف غور سے دیکھا۔ اور دیکھنا کیا تھا۔ عمر زار و قطار رو رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے ؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من　(اقبال)

مجھ سے ۳۶۰ بتوں کے آگے جھکا نہیں جاتا خدارا مجھے مسلمان بنائیے اور اس در پر جھکائیے۔ جس پر آپ خود جھکتے ہیں"۔

اس پر اللہ اکبر کی صدائیں فضا میں گونج اٹھیں۔ سچ ہے۔

"دعائے محمدؐ ہے عمر کی مسلمانی"

عمرؓ نے مسلمان ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اب اذان کھلم کھلا ہو گی۔ جو کوئی آڑے آئے گا صاف کر دیا جائے گا۔

پھر دیکھا آپ نے پچھلے پہر کی دُعا جس نے محمدؐ کو عمرؓ جیسا جری جرنیل اور نڈر سالار دیا۔ جس نے آغوشِ اسلام میں آتے ہی اقرار معصیت کیا اور اسلام کو وہ جلا بخشی کہ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہیں

عرب کے فرمانروا ہیں اور کرتے میں پیوند لگے ہیں۔

خلیفۂ وقت ہیں مگر خود پیدل ہیں۔

زمانہ ان کی ہیبت سے کانپتا ہے۔ مگر وہ رات کی تاریکیوں سے کانپ رہے ہیں۔

آؤ ہم بھی تیم شبی میں بارگاہ رب العزت میں کہیں۔ رو رو اور تڑپ تڑپ کر کہیں ؎

تیرے کُن میں گنج نعمت ہیں نہاں
ہم پہ احسان کر جلیل الذات ہے تُو
غیر محتاجی نہیں کچھ میرے پاس
میں فقیر اور قاضی الحاجات تُو
"بخش دے مجھ کو میرے پروردگار"

جو دیا اے خُدا دیا تُو نے

سبق ایسا پڑھا دیا تُو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تُو نے

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے
کیا کہوں میں، کہ کیا دیا تُو نے

بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا، دیا تُو نے

نارِ نمرود کو، کیا گلزار
دوست کو یوں بچا دیا تُو نے

نغمہ بلبل کو، رنگ و بُو گل کو
دل کش و خوشنما دیا تُو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
اُس سے مجھ کو سوا دیا تُو نے

داغ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا دیا تُو نے

داغ دہلوی

امیر پرنٹنگ پریس جی ٹی روڈ شاہدرہ میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

٢٥ ستمبر ١٩٦٤ء
فون ٦٧٥٤٥

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٤٧

۳۰

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۲۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C - ۲۴۳۰ - ۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

تیسری عالمگیر جنگ

حبیب اللہ پالن پوری

دیتی ہیں مشینوں کی کلیں جنگ کا پیغام
اے صاحبِ دل دیکھ لے تہذیب کا انجام

کیا رنگ دکھایا ہے فدایانِ وطن نے
اغراض ہیں باہم متصادم ہوئیں اقوام

آمادہ پیکار ہیں انسان سے انسان
ہوتے ہیں نبرد آزما اجرام سے اجرام

اس دور کو پھر معرکۂ حشر ہے درپیش
پھر سر بکفن آتے ہیں تہذیب کے خدام

جاتے ہیں فلک پر بھی بہم دست و گریبان
لے جائینگے سوغات میں کچھ درد کچھ آلام

تہذیب کی جنت ہے جہنم کا نمونہ
آغاز غلط ہو تو غلط ہوتا ہے انجام

بے مرکز و آشفتہ و آوارہ و بے باک
ہے قبلۂ تہذیب ہر اک گرگ ہوس کام

یونان کی سطوت کو سمندر نے ڈبویا
گردش میں ہیں پھر عظمتِ افرنگ کے ایام

افرنگ میں تہذیب ہے پیری سے لبِ گور
ناداں کو لبھاتا ہے ابھی شیشۂ گلفام

خاور کی نگہ نورِ بصیرت سے ہے محروم
تہذیب جوانمرگ ہے محبوب و دلارام

غارتگرِ ادراک ہے صورتگرِ خاشاک
مشرق کیلئے موت ہے یہ عصرِ گل اندام

پھر عشقِ جگر باز کا آتا ہے زمانہ
ہے جسکی نگہ پر تو آئینۂ الہام

یہ پیرِ کلیسا کی کرامت ہے کہ تیری
پنہاں ہے نگاہوں سے ابھی عظمتِ اسلام

ہو چاک تو اُڑ جاتے ہیں ٹکڑے بھی ہوا میں
اے پیرِ حرم دیکھ کلیسا کا بھی احرام